"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"



نومبر دسمبر ۱۹۸۷ء



ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہنامہ ربوہ

# خالد

نبوت، فتح ۱۳۶۶ ھش

نومبر دسمبر ۱۹۸۷ء

جلد ۳۵ شمارہ ۱-۲

ایڈیٹر

عبد السمیع خان

قیمت:-

ماہانہ ... ... دو روپے پچاس پیسے

سالانہ ... ... پچیس روپے

## اس شمارہ میں!



اس کے علاوہ

اور بہت کچھ

پبلشر: مبارک احمد خالد؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد، دارالصدر جنوبی۔ ربوہ؛

اداریہ

# آئینہ

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ابوجہل بھی وہاں آگیا اور کہنے لگا:۔

اے محمد تمام بنی ہاشم میں تیری صورت سب سے زیادہ (نعوذ باللہ) ناپسندیدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تُو نے سچ کہا۔

اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے اور حضورؐ کے رُوئے اقدس پر نظر ڈال کر فرمایا:۔

یارسول اللہ آپ تو آسمانِ حُسن کے آفتاب ہیں۔

حضور نے فرمایا تم نے بھی سچ کہا۔

اس وقت جو صحابہؓ وہاں موجود تھے انہوں نے حضورؐ سے عرض کی یارسول اللہ آپ نے ابوجہل اور ابوبکر دونوں کو سچّا کہہ دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَیں ایک صاف وشفاف آئینہ ہوں اس میں جیسا کوئی خود ہوگا اس کو ویسا ہی نظر آئے گا۔

یعنی میرے آئینہ میں ان دونوں نے اپنی اپنی صورت دیکھی ہے۔

ہر کہ را آئینہ باشد پیش رو

زشت و خوب خویش را بیند درو

جس کے سامنے بھی آئینہ ہوگا وہ اس میں اپنا اچھا بُرا سب کچھ دیکھ لے گا۔

(حکایات رومیؒ صہ۵۳)

جواہر پارے

# یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"درود اور سلام حضرت سیّد الرسل محمد مصطفےٰ ؐ اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا۔ اور

وہ مربّی اور نفع رسان کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہ راست پر لایا۔

وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بُتوں کی بلا سے چھوڑایا۔

وہ نور اور نور افشان کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا۔

وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا۔

وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مُردوں کو زندگی کا پانی پلایا۔

وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے اُمّت کے لئے غم کھایا اور درد اُٹھایا۔

وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے مُنہ سے نکال کر لایا۔

وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک میں ملایا۔

وہ کامل موحّد اور بحرِ عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا۔

وہ معجزۂ قدرتِ رحمان کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علوم حقّانی میں غالب آیا اور ہر یک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔"

(دیباچہ براھین احمدیہ جلد اوّل ص۷)

# صاحبِ حُسنِ تمام

(جناب چوہدری محمد علی)

درُود تیرے لیئے ہے سلام تیرا ہے
خدا کے بعد مرے لب پہ نام تیرا ہے

ترے مقام کی سرحد کو چھو سکا نہ کوئی
کہ ہر مقام سے آگے مقام تیرا ہے

ترا ہی نطق ہے "مَا یَنطِقُ" کا آئینہ
خدا کا ہے جو بظاہر کلام تیرا ہے

ترا ہی قرب ضمانت ہے قربِ مولیٰ کی
کہ اس کی ذات کو بھی احترام تیرا ہے

ترے جلال پہ حاوی جمال ہے تیرا
تمام عفو ہے جو انتقام تیرا ہے

رہے نہ اَسْوَد و اَبْیَض نہ اَحْمَر و اَصْفَر
یہ کام تُو نے کیا ہے یہ کام تیرا ہے

چھلک رہا ہے جو دن رات جام رحمت کا
مرے کریم یہ کأس الکرام تیرا ہے

کتاب و کرسی و لَوح و قلم ہیں تیرے لیئے
کہ بزم کُن میں ہے جو کچھ تمام تیرا ہے

جہاں قرار ملا مجھ سے بے قراروں کو
قرار گاہ وہ دارالسّلام تیرا ہے

سبھی حسین ترے حُسن کے بھکاری ہیں
کہ ناتمام ہیں اور حُسن تام تیرا ہے

خدا کرے کہ خدا مہربان ہو جائے
کہ ذکر میری زباں پر مدام تیرا ہے

عجب نہیں ہے کہ مضطر کی لاج رہ جائے
کہ بے ہنر تو ہے لیکن غلام تیرا ہے

عرفان کی بارش

# دو عظیم الشان نکتے

از سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ

## (۱) وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا!

"آج تک دُنیا میں جتنی بھی فاتح قومیں گزری ہیں انہوں نے پہلے اپنے وطنوں کو چھوڑا اور اس کے بعد انہیں فتوحات نصیب ہوئیں۔ عربوں نے اپنے وطن کو چھوڑا۔ ترکوں نے چھوڑا۔ یہودیوں نے چھوڑا۔ آرین نسل کے لوگوں نے چھوڑا۔ اور وہ دُور دُور ملکوں میں پھیل گئے۔ اگر وہ اپنے وطنوں کو نہ چھوڑتے تو انہیں فتوحات بھی نصیب نہ ہوتیں اور وہ نئے نئے ملکوں کے وارث نہ بنتے۔ پس اگر مومنوں کو بھی خدا کے دین ..... کے لئے اپنے وطن چھوڑنے پڑیں تو اس میں کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ہجرت قومی ہوتی ہے اور ایک فردی ہوتی ہے۔ بیشک بعض افراد کی ہجرت قوم کے معیار کو بلند کر دیتی ہے لیکن قومی زندگی اُسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جب قوم کا ہر فرد خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنے وطن کو چھوڑنے اور خدا تعالیٰ کی خاطر غیر ممالک میں نکل جانے کے لئے تیار ہو۔ ..... اور یہی حقیقت ایک دفعہ مجھے رؤیا میں بھی بتائی گئی۔ مَیں نے دیکھا کہ مَیں اپنے گھر سے نکلا ہوں اور میرا خیال ہے کہ مَیں اپنے لئے کوئی مکان تلاش کروں۔ جب مَیں باہر آیا تو مَیں نے دیکھا کہ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جمونی کھڑے ہیں اور لوگ اُن کے پاس مکانوں کے لئے آتے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس مکان ہیں انہوں نے وہ مکان انتظام کے لئے اُن کے سپرد کیئے ہوئے ہیں اور وہ آگے دوسروں کو دیتے ہیں۔ مَیں نے بھی ان سے ذکر کیا کہ مجھے اپنے لئے مکان کی ضرورت ہے انہوں نے مجھے ایک مکان دکھایا جس کے چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں مگر ان کمروں پر چھت نہیں اور کمروں کی دیواروں پر چھوٹے چھوٹے کپڑے لٹکے ہوئے ہیں۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کپڑے کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا چونکہ ان کمروں پر چھت نہیں اس لئے دُھوپ کے وقت انہیں اُوپر ڈال لیا جاتا ہے۔ مَیں اُس وقت اپنے دل میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کمرے بے شک چھوٹے ہیں لیکن ہمارے کمرے تو اس سے بھی چھوٹے تھے۔ اس وقت مجھے ربوہ کے وہ کچّے مکان یاد آتے ہیں جن میں ہم پہلے رہائش رکھتے تھے لیکن ساتھ ہی مَیں کہتا ہوں کہ وہ کمرے روشن زیادہ تھے۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ وہ

کمرے اس لیئے روشن تھے کہ اُن پر گیری کا سُرخ رنگ لگا کر انہیں خوب چمکایا گیا تھا اور اندر سفیدی کی گئی تھی جب ان پر بھی رنگ کیا جائے گا اور اندر سفیدی ہو جائے گی تو یہ بھی روشن ہو جائیں گے۔ اس کے بعد مَیں نے کسی کو یہ کہتے سُنا کہ

"جو قوم ہجرت کے لیئے تیار رہتی ہے اور نو آبادی کا شدت سے اشتیاق رکھتی ہے وہ کبھی تباہ نہیں ہوتی"

جب مَیں نے یہ سُنا تو مجھے خیال آیا کہ ہجرت کے لیئے تیار رہنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ ہجرت پر خوش ہوتے ہیں یا ہجرت کی اپنے دلوں میں خواہش رکھتے ہیں۔ چنانچہ خواب میں ہی مجھے صحابہؓ کا خیال آیا کہ اُنہیں بھی ہجرت کرنی پڑی تھی۔ مگر حدیثوں میں آتا ہے کہ مدینہ آکر بعض صحابہؓ مکّہ کی یاد میں رویا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خوشی سے نہیں بلکہ حالات کی مجبوری کی وجہ سے ہجرت کی تھی۔ پس جب اُس نے یہ کہا کہ جو قوم ہجرت کے لیئے تیار رہتی ہے اور نو آبادی کا شدت سے اشتیاق رکھتی ہے وہ کبھی تباہ نہیں ہوتی تو مَیں خواب میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ

"ہجرت تو وہ مجبوری سے کرتے ہیں مگر بعد میں ہجرت پر وہ رضاء بالقضاء کا جو نمونہ دکھاتے ہیں وہ بتاتا ہے کہ وہ ہجرت کے لیئے تیار تھے۔ پس تیاری کے یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہجرت ہو بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر ہجرت کا وقت آئے تو وہ رضاء بالقضاء کا نمونہ دکھاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو فوراً دوسری جگہ آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں"

شہد کی مکھیوں کو دیکھو وہ شہد بناتی ہیں اور بناتی چلی جاتی ہیں لیکن انسان انہیں کھانے نہیں دیتا۔ وہ اُن کے نیچے دھواں رکھ کر، گرم پانی پھینک کر یا کوئی اور ذریعہ اختیار کر کے اُن کا چھ ماہ کا بنایا ہُوا شہد اُڑا کر لے جاتا ہے۔ وہ مکھیاں دو منٹ کا بھی انتظار نہیں کرتیں۔ وہ اُس جگہ کے چھوڑ دینے کے بعد معاً دوسری جگہ تلاش کر لیتی ہیں اور دوبارہ شہد بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد اگر انہیں آکر دیکھو تو وہ قریب ہی کسی دوسری جگہ شہد بنانے میں مشغول ہوں گی۔ بعض دفعہ اُن سے سالہا سال تک ایسا کیا جاتا ہے۔ مثلاً پالتو مکھیاں ہوتی ہیں۔ وہ جب بھی شہد بناتی ہیں شہد اُڑا لیا جاتا ہے اور انہیں اپنا بنایا ہُوا شہد کھانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ وہ شہد بناتی ہیں اور لوگ شہد لے جاتے ہیں۔ اگر ایک مکھی شہد بناتی ہے اسلیئے کہ لوگ لے جائیں اور اس سے بیماریاں دُور ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ..... اس میں لوگوں کے لیئے شفاء ہے۔ یا پھر ایک مکھی شہد بناتی ہے اور بناتی چلی جاتی ہے اور لوگ اس کے پاس شہد نہیں رہنے دیتے وہ ہمیشہ اُڑا لے جاتے ہیں اور وہ مکھی پھر بھی شہد بنانا نہیں چھوڑتی۔ تو کیا انسان ہی ایسا ضعیف ہے کہ وہ اس طرح مایوس ہو جائے۔ جو شخص اپنی کوشش میں ناکام ہو جانے کے بعد ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے وہ آدمی نہیں بلکہ وہ مکھیوں سے بھی بدتر ہے۔

دنیا کی فتح کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس کے لیئے بڑی بھاری قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب آپؐ نے دیکھا کہ مکّہ میں رہنا ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا

تم کسی اَور جگہ چلے جاؤ۔ جہاں دین کے بارہ میں ظلم نہ ہو اور تم امن سے خدا تعالیٰ کا نام لے سکو۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی جگہ ہے۔ آپؐ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ وہاں عیسائیوں کی حکومت ہے اگر تم وہاں چلے جاؤ تو تم پر دین کے بارہ میں کوئی سختی نہیں ہوگی۔

پس مومن کا فرض ہے کہ جہاں وہ خدا کے لیے اپنے وطنوں کو خیرباد کہنے کے لیئے ہمیشہ تیار رہا کریں وہاں باہر جاکر روحانی نوآبادی قائم کرنے کے اشتیاق کا بھی پورا پورا مظاہرہ کریں۔"



## (۲) ابتلاء اور عذاب میں چھ فرق!

"ابتلاء اور عذاب میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے مگر لوگ اپنی نادانی سے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو وہ اپنی تباہی کا موجب سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اُن کی ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں ابتلاء اور عذاب میں فرق یہ ہے کہ (۱) عذاب کا نتیجہ ہلاکت اور تباہی ہوتی ہے مگر ابتلاء کا نتیجہ یہ نہیں ہوتا۔ تکلیفیں تو دونوں طرح ہی آتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی دیکھ لو۔ بارہا ایسا ہُوا ہے کہ آپؐ دشمن کے نرغے میں اکیلے پھنس گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بچالیا مگر ابوجہل ایک ہی دفعہ فوجوں سمیت پکڑا گیا اور ہلاک ہوگیا۔

(۲) عذاب کے نتیجہ میں نقصان کی زیادتی ہوتی ہے اور ابتلاء میں نفع کی زیادتی ہوتی ہے۔ ابتلاء کی مثال تو ایسی ہوتی ہے جیسے ربڑ کے گیند کو جتنے زور سے پھینکا جائے وہ اُتنا ہی اُچھلتا ہے۔ مگر عذاب میں گر کر انسان اُوپر نہیں اُٹھ سکتا۔

(۳) عذاب جس انسان پر بھی نازل کیا جاتا ہے اُس کے دل میں مایوسی اور گھبراہٹ ہوتی ہے مگر جس پر ابتلاء نازل ہوتا ہے اس کے دل میں اطمینان اور تسلی ہوتی ہے۔ جب عذاب نازل ہوتا ہے تو مغضوب کہتا ہے ہائے مَیں ہلاک ہوگیا۔ یا اگر وہ اس سے گھبراتا نہیں تو اس کے دل میں کبر اور خود پسندی کے جذبات جوش مارنے لگتے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کون ہلاک کر سکتا ہے؟ لیکن جب ابتلاء آتا ہے تو انسان کہتا ہے کوئی پرواہ نہیں مَیں کمزور اور بیکس ہوں لیکن میرا بچانے والا طاقت ور ہے اور وہ خدا تعالیٰ پر یقین میں اَور بھی ترقی کر جاتا ہے اور خدا تعالیٰ پر اس کی حسن ظنی بہت بڑھ جاتی ہے۔

(۴) عذاب کے دُور کرنے کی انسان جب کوشش کرتا ہے تو ٹھوکریں کھاتا ہے مگر جس پر ابتلاء آتا ہے اُس کا فہم رسا ہو جاتا ہے اور وہ بات کو خوب سمجھنے لگ جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھ لو۔ کفار آپؐ کا کھوج لگاتے لگاتے غارِ ثور تک پہنچ گئے اور وہاں جاکر کھوجی نے کہہ دیا کہ یا تو وہ آسمان پر چلا گیا ہے اور یا یہیں ہے۔ اُن میں کھوجی کی بات کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا اس لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اُس وقت سخت خطرہ میں تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بھی گھبراہٹ نہ ہوئی بلکہ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی تسلی دینی شروع

کردی اور فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپؐ سوئے ہوئے تھے کہ ایک کافر نے آپؐ کی تلوار اٹھالی اور آپؐ کو قتل کرنا چاہا لیکن آپؐ ذرا بھی نہ گھبرائے اور اُس کے اِس سوال پر کہ اب آپ کو کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے نہایت تسلی سے جواب دیا کہ "اللہ"۔ اِس غیر معمولی حالتِ اطمینان کو دیکھ کر اُس کافر پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ اُس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔

(۵) پانچواں فرق یہ ہے کہ ابتلاء میں انسان کو احساسِ بلاء نہیں ہوتا۔ جب ابتلاء آتا ہے تو انسان اُن تکالیف کو حقیر سمجھتا ہے اور ان میں لذت محسوس کرتا ہے کیونکہ اُس کے دل میں یقین ہوتا ہے کہ مَیں ادنیٰ چیز کو اعلیٰ پر قربان کر رہا ہوں۔ مثلاً اُس کا مال جاتا ہے تو کہتا ہے خدا کے لیئے ہی گیا ہے اس لیئے کیا پرواہ ہے۔ یا اگر اُس کا بیٹا مرجاتا ہے تو کہتا ہے خدا نے ہی دیا تھا اگر اُس نے واپس لے لیا ہے تو کیا غم ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ہی واقعہ ہے۔ مبارک احمد سے آپ کو بڑی محبت تھی اور اُس کی بیماری میں آپ نے بڑی تیمارداری کی۔ اس سے (حضرت مولانا نورالدین صاحب) تک کو بھی یہ خیال تھا کہ اگر مبارک احمد فوت ہو گیا تو (حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کو بڑا صدمہ ہوگا آخری وقت (حضرت مولوی صاحب) اُس کی نبض دیکھ رہے تھے کہ (حضرت بانیٔ سلسلہ) کو انہوں نے کہا مشک لائیں۔ اور چونکہ اُس کی نبض بند ہو رہی تھی آپ پر اس خیال کا کہ اس کی وفات سے (حضور) کو بہت صدمہ ہوگا اِس قدر اثر ہوا کہ آپ کھڑے کھڑے زمین پر گر گئے۔ مگر جب حضور کو معلوم ہوا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے تو اُسی وقت نہایت صبر کے ساتھ دوستوں کو خط لکھنے لگ گئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ مگر اس امر پر گھبرانا نہیں چاہیئے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک مشیّت تھی جس پر ہمیں صبر کرنا چاہیئے۔ اور پھر باہر آکر مسکرا مسکرا کر تقریر کرنے لگ گئے کہ مبارک احمد کے متعلق خدا تعالیٰ کا جو الہام تھا وہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر بھی ہے کہ ؎

بُلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

غرض ابتلاء میں دُکھ کا اثر قلب پر ہمت شکن نہیں ہوتا کیونکہ انسان سمجھتا ہے کہ مَیں ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کر رہا ہوں۔ بعض اوقات سخت عذاب میں بھی احساسِ تکلیف مٹ جاتا ہے مگر یہ اختلالِ حواس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے ایک عورت دکھائی اور اس سے پوچھا تمہارے فلاں رشتہ دار کا کیا حال ہے؟ اُس نے ہنس کر بتایا کہ وہ تو مر گیا ہے۔ اِسی طرح ایک دو اَور رشتہ داروں کے متعلق پوچھا اور وہ ہنس ہنس کر بتاتی رہی۔ اب وہ معرفت کے لحاظ سے اِس طرح نہیں کرتی تھی بلکہ اُس کو بیماری تھی اور اُس میں غم محسوس کرنے کی حِس ہی باقی نہیں رہی تھی۔

(۶) چھٹا فرق یہ ہے کہ عذاب میں روحانیت کم ہو جاتی ہے مگر ابتلاء میں زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ عذاب میں خدا تعالیٰ سے دُوری ہو جاتی ہے مگر ابتلاء میں خدا تعالیٰ کی طرف اَور زیادہ توجہ ہو جاتی ہے۔

ابتلاء اور عذاب میں یہ چھ موٹے موٹے فرق ہیں جن کو یاد رکھنا چاہیئے"۔ ☆

اُٹھتے رہیں ترقی کی جانب قدم ہمیشہ



# حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات کا خلاصہ

## خلاصہ خطبہ جمعہ ۲؍اکتوبر ۱۹۸۷ء بمقام نیویارک امریکہ

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

گزشتہ مرتبہ ۱۹۷۸ء میں جب امریکہ آنے کی مجھے توفیق ملی تو جماعت کی محبت کے نتیجہ میں میں نے وہاں کی جماعتوں سے ملاقات کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا اور نہ ہی ایسا ہوا کہ کسی جماعت سے ملاقات کی جاسکتی ہو اور میں نے ملاقات نہ کی ہو۔ چنانچہ مجھے تفصیلاً جماعتوں کا اس موقعہ پر تعارف حاصل ہوا تھا۔

حضور نے فرمایا۔ مجھے یہاں آئے ہوئے ابھی دو روز ہوئے ہیں اور ابھی میں تفصیلی موازنہ تو نہیں کرسکا لیکن ایک خوشکن پہلو تو ظاہر و باہر ہے کہ گزشتہ دورے کے مقابل پر آج امریکہ کی جماعتوں کو بہت زیادہ مستحکم مراکز حاصل ہوچکے ہیں۔ اور بالعموم نظام جماعت سے وابستگی کے معیار میں بھی نمایاں اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ آج بہت سے افراد ایسے نظر آرہے ہیں جو پہلے دورہ پر نظر نہیں آئے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہے کہ وہ میرا ذاتی دورہ تھا اور امام جماعت اور ایک عام احمدی کے دورہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ لیکن ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کچھ احباب یہاں رہتے ہوئے بھی جماعت کے دوسرے احباب سے تعلق نہ رکھتے تھے اور اس کی ایک وجہ اچھے مرکز کا فقدان تھا۔ چنانچہ جب میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے یہ وجہ بتائی کہ مرکز ایسے علاقہ میں ہے جو محفوظ نہیں۔ اگرچہ ان کی یہ بات کسی حد تک درست تھی لیکن اس حد تک نہیں کہ انسان اپنا دین کھو بیٹھے اور نظام جماعت جس کے ساتھ اس کی زندگی وابستہ ہے اس سے قطع تعلق کرلے۔

حضور نے دعا اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ حقیقت ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں تو سچ کہتا ہے لیکن دعا کی قبولیت کا راز یہ ہے کہ اس کے بندے خدا کی آواز پر ذہنی اور قلبی طور پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں۔ جب آپ یہ فیصلہ کریں گے اور جب خدا کے حکموں کو قبول کرنے کی شرط پوری کریں گے اور خدا کی آواز کو ہر دوسری آواز پر فضیلت اور فوقیت دیں گے تو آپ کی دعاؤں کے رنگ بھی بدل جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ قبولیتِ دعا کے نظارے بارہا ہم نے اپنی زندگیوں میں دیکھے ہیں۔ اس صورت میں خواہ آپ

کہیں ہوں تاریکی میں ہوں یا روشنی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔

حضور نے حفاظت کے مضمون کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ہر آن اور ہر لمحہ خدا تعالیٰ اور اس کی قدرت کی غیر معمولی عملداری کے محتاج ہیں۔ خدائی حفاظت کا یہ مضمون پوری شان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ظاہر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ بھی ظہور پذیر ہوا اور آج بھی یہ مضمون جاری ہے۔

حضور نے فرمایا جب جماعتی طور پر ابتلاء پڑتے ہیں تو اسی کثرت سے خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جس کثرت سے ابتلاء آتے ہیں۔ یہ ایسا واقعہ ہے جو ہر روز ہو رہا ہے لیکن بدقسمتی سے ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو غفلت کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یعنی وہ جانتے ہی نہیں کہ ان کا مقام کیا ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ خدا کی نظر میں وہ چُنے گئے ہیں۔ آج دنیا کی زندگی ان کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہے اس لیئے اس نقطہ نگاہ سے نہیں اپنے حالات کا جائزہ لے کر اپنی حقیقی زندگی کی حفاظت کرنی چاہیئے یعنی روحانی زندگی کی۔ اور خوب جان لینا چاہیئے کہ ان کے اُوپر بھی حملے ہوں گے اور وہ خدا کی حفاظت کے بغیر بچ نہیں سکتے۔ خدا کے فرشتے ہر لمحہ اور ہر آن ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس قسم کی حفاظت کے ساتھ جماعتیں آگے بڑھا کرتی ہیں اور ایسی حفاظت جماعتی طور پر بھی لازم ہوتی ہے اور انفرادی طور پر بھی لیکن پہلی منزل یعنی جس منزل کی طرف میں آپ کو بلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنے گرد و پیش کا معائنہ کر کے اپنے دل میں شعور پیدا کریں کہ خدا تعالیٰ آپ سے پیار کرنا چاہتا ہے لیکن خدا آپ کی اس آواز کا منتظر ہے یعنی خدا کے حکموں پر لبیک کہنے کی آواز کا۔ اگر پھر آپ کوتاہیاں بھی کریں گے اور ٹھوکریں بھی کھائیں گے تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا جو آپ کو سنبھالے گا اور فرشتے آپ کی حفاظت کریں گے۔

حضور نے فرمایا جو لوگ اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر آگے بڑھنے سے رُک جاتے ہیں وہ کبھی کوئی سفر طے نہیں کیا کرتے۔ دینِ حق نے ہرگز یہ شرط نہیں لگائی کہ پہلے کمزوریاں دُور کرو اور پھر ایمان لاؤ بلکہ یہ دُعا سکھائی کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اب اس کے بدلہ میں ہمارے پہلے گناہ بخش دے۔

حضور نے فرمایا وہ جو پہلے بھی ایمان لا چکے ہیں اُن کو ان راہوں کی طرف آگے بڑھنا چاہیئے اور جب تک ہم ان راہوں کی طرف آگے نہیں بڑھیں گے ہم دنیا میں کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی تقدیر کو بدلنا بہت عظیم الشان کام ہے۔ تقدیر تو خدا تعالیٰ بدلا کرتا ہے لیکن آپ کی تدبیر کو اس میں حصہ لینا ہوگا۔ لیکن یہ اتنا بوجھل کام ہے کہ ہم خدا کے سہارے کے بغیر نہیں کر سکتے۔ آپ میں سے ہر ایک کو اس کام میں حصہ لینا ہوگا۔ اس لیئے اپنے گرد و پیش کو غور سے دیکھیں تو سہی کہ کن میں آپ بسے ہیں جہاں فضا کا ذرہ ذرہ زہریلا ہے۔ جہاں بہت سے خطرات ہیں جو درپیش ہیں۔ ان میں بھی خدا کی ذات ہی ہے جو آپ کو بچائے گی۔ جو راستہ قرآن کریم کی روشنی میں مَیں نے آپ کو بتایا ہے اس میں ہی امن ہے اس میں ہی حفاظت ہے۔ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیں دعائیں کرتے ہوئے۔ اگر آپ ایک اور قدم آگے بڑھائیں گے تو ایک نئی سوچ آپ کو عطا ہوگی۔ نیا شعور دل میں پیدا ہوگا۔ اس وقت ایک نیا خوف بھی آپ کے اندر

جنم لے گا اور وہ خوف آپ کو بتائے گا کہ آپ نے اپنی اکثر زندگی ضائع کر دی تھی۔ بہت سے نیک کام آپ کی ذات کے ساتھ وابستہ تھے اور وہ آپ نہیں کر سکے۔ بہت سی تبدیلیاں تھیں اس ملک میں لانے کی جو آپ نہیں کر سکے۔ کتنے ہیں مؤلفۃ القلوب جن سے آپ نے تألف بڑھایا۔ کتنے وہ ہیں جو یہاں آکر احمدیت میں شامل ہوئے۔

حضور نے فرمایا پس جس وقت آپ کا شعور بیدار ہو گا تو تقاضے بھی بیدار ہوں گے۔ جتنا شعور بیدار ہو گا اتنی تکلیف آپ کو پہنچے گی۔ اتنا ہی ضمیر کچوکے دے گا۔ بے چینی ہو گی۔ فکر لاحق ہو گی۔ ان سب کا علاج یہی ہے کہ اپنے رب کو پکاریں کیونکہ وہ ازلی ابدی خدا ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کو جواب دے گا۔ لہذا یہی ایک راہ ہے جس کے ذریعہ آپ اپنی حالت بدل سکتے ہیں۔ اور جب تک آپ اپنی حالت نہیں بدلیں گے اُس وقت تک آپ اس ملک کی حالت نہیں بدل سکتے۔ اگر آپ نے اپنی حالت نہ بدلی تو یہ ملک آپ کی حالت بدل دے گا۔

حضور نے فرمایا خدا تعالیٰ کو مختلف شانوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایک وہ شان ہے جو ہر لحظہ حفاظت کرنے والے کی شان ہے۔ فرمایا کہ ہر احمدی کا فیصلہ ایک ہی راہ کو اختیار کرنے کا ہو گا جو خدا کی حفاظت کی راہ ہے۔ جس کے نظارے وہ بارہا اپنی زندگی میں دیکھ چکا ہے۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس راہ پر قدم بڑھاتا رہے اور جو غفلت کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں انہیں نیا شعور عطا فرمائے۔ جو اپنے بچوں سے غافل ہیں ان کو اپنے بچوں کا شعور عطا فرمائے اور وہ ترقی کی صورت میں آگے بڑھیں۔

## خلاصہ خطبہ جمعہ ۹ راکتوبر ۱۹۸۷ء بمقام واشنگٹن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

امریکہ کو اس وقت دنیا میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اس کے باوجود امریکہ بہت سے گہرے اور بنیادی تضادات کا شکار ہے۔ ایک پہلو سے امریکہ کی اہمیت مشرقی خطے کے مقابل پر ہے یعنی روس اور دیگر اشتراکی ممالک کے بلاک کے مقابل پر جو مختلف زاویوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ مثلاً امریکہ اشتراکی نظام کے مقابل پر دنیا کو استحکام مہیا کرنے کا دعوے دار ہے اور اس اقتصادی نظام کے مقابل پر جو اشتراکیت پیش کرتی ہے امریکہ کوئی بہتر اقتصادی نظام پیش نہیں کرتا۔ تو سب سے پہلا تضاد جو اس ملک کے اندر دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نظام کے مقابل پر باقی بنی نوع انسان کے تحفظ کی ضمانت دینے کے باوجود ان کو اشتراکی نظام سے بہتر، تسلی بخش اور دلوں اور ذہنوں کو مطمئن کرنے والا کوئی نظام نہیں دیتا۔ اور جو نظام دیتا ہے وہ ایک طرف سے پیدا ہونے والے اس اطمینان کو کھانا شروع کر دیتا ہے جو امریکہ کی طرف سے ملنے والے اس عمومی تحفظ کے نتیجہ میں باہر کی دنیا کو ملتا ہے کہ ہم اشتراکی نفوذ کے مقابل پر تمہاری حفاظت کریں گے۔ یہ بہت ہی خوفناک تضاد ہے جو امریکی نظام میں پایا جاتا ہے۔ اب تک امریکہ نے اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے جتنی بھی کوششیں کی ہیں وہ اس تضاد کو حل نہیں کر سکا۔

حضور نے فرمایا کہ دوسری طرف جب ہم اس پہلو سے امریکہ کا جائزہ لیتے ہیں کہ امریکہ ایک لادینی نظام کے مقابل پر خدا والوں کو بھی امن کی ضمانت دیتا ہے تو

بے اختیار دل امریکہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کا ممنون ہوتا ہے کہ امریکہ سے باہر کی دنیا کے لئے کم از کم یہ ضمانت ضرور ہے کہ زبردستی کوئی لادینی نظام ان پر نہیں ٹھونسا جائے گا۔ اس پہلو سے یہ دنیا کی بہت بڑی خدمت ہے اور مذاہب کے لئے بہت بڑا تحفظ ہے جو امریکہ مہیا کرتا ہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھیں تو مذاہب کی رُوح کو کھا جانے والے جتنے بھی مضرات اور خوفناک عوامل ہیں جو نہ صرف مذہب کی روح کو چاٹ جاتے ہیں بلکہ اخلاق کی بنیادیں بھی ہلا دیتے ہیں وہ سارے کے سارے عوامل امریکہ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ خود امریکہ کی سوسائٹی خدا کی طرف منسوب ہونے کے باوجود عملی طور پر خدا سے اتنا دُور ہوتی چلی جا رہی ہے کہ ہر اخلاقی خرابی کی جڑیں امریکہ کی آزادانہ تہذیب میں پیوستہ ہیں۔ پس ایک ہاتھ سے امریکہ نے جو امن دیا وہ دوسرے ہاتھ سے واپس بھی لے لیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا تضاد ہے اور اس تضاد کا بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا ایسی سوسائٹی جو اس قسم کے تضادات کا شکار ہو چکی ہو اس کے زندہ رہنے اور پنپنے کے بظاہر کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے، لازماً کچھ اور ہونا ہے۔ لازماً خدا کی تقدیر کچھ ایسی باتیں ظاہر کرے گی جس کے نتیجے میں یہ فرسودہ نظام مٹ جائیں گے۔ صرف فیصلہ کن امر یہ ہے کہ یہ نظام کیسے مٹیں گے۔ اگر دنیا کے سیاسی نقشے پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو آپ کو کہیں بھی نجات کا دروازہ دکھائی نہیں دے گا۔ دنیا کے کسی خطے میں مستقبل کے امن کی کوئی ضمانت دکھائی نہیں دے گی۔ کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیں گے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہو کہ آئندہ یہ حالات تبدیل ہو جائیں گے۔

حضور نے فرمایا دنیا کے حقیقی نجات دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی اور اطاعت کے نتیجہ میں آج جماعت احمدیہ کے سوا اور کوئی نہیں جس کے ساتھ دنیا کا امن وابستہ ہو۔ اگر جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلی تو اس کے ساتھ ہر قسم کے امن کا تحفظ دنیا میں پھیلے گا اور دنیا کے تضاد ختم ہوں گے۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے اور ہر احمدی اپنی ذات کے اندر اس دعویٰ کو جانچ سکتا ہے کہ احمدیت نے اُسے کیا شخصیت عطا کی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک احمدی کو ایسی شخصیت عطا فرمائی ہے جو خالصتہً اللہ سے محبت کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی محبت چاہنے والی ہے اور واقعتاً بنی نوع انسان سے محبت رکھتی ہے۔ مشرق سے بھی محبت رکھتی ہے۔ مغرب سے بھی محبت رکھتی ہے۔ امریکہ میں رہتے ہوئے احمدی نہ روس سے دشمنی رکھتا ہے نہ اشترا کی دنیا میں رہنے والے احمدی کو کسی امریکن سے کوئی دشمنی ہے۔ احمدیت کے نتیجہ میں ایک عالمی شخصیت دُنیا میں پیدا ہو رہی ہے جس کا مدار خالصتہً اللہ کے تقویٰ اور بنی نوع انسان کی ہمدردی پر ہے اور یہ روح اللہ سے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔

حضور نے فرمایا جن کی ذات سے دنیا کی نجات وابستہ ہوتی ہے ان سے دُنیا ہمیشہ سخت دشمنی کرتی چلی آئی ہے۔ وہ وجود جو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بن کر آیا سب سے زیادہ دشمنی اس سے کی گئی۔ مذہب کے معاملہ میں جو بدبخت بھی اُٹھتا ہے وہ اپنے ظلموں کا نشانہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بناتا ہے۔ کیا عیسائی، کیا ہندو اور کیا یہودی۔ ان کے آپس میں بھی اختلاف ہیں مگر ظالمانہ طور پر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نشانہ بناتے ہیں۔ عیسائی دنیا جن کو یہود سے زیادہ نقصان پہنچا ان کی سب تکلیفوں کو بُھلا کر گزشتہ سینکڑوں سال سے جو عیسائی مصنف بھی اُٹھتا ہے وہ دین حق کو اپنا

نشانہ بناتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو نشانہ بناتا ہے۔ یہودیوں کی دشمنی کا رُخ آج بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف ہے۔

حالانکہ دنیا میں سب سے بڑھ کر بنی نوع انسان سے محبت کرنے والا وجود صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور اطاعت کے ذریعہ وہی جذبے اپنے دلوں میں بھی پیدا کریں اور پھر ان جذبوں کی پرورش کریں۔

حضور نے فرمایا کہ یہ خلاصہ ہے جو امریکہ کے حالات کو دیکھ کر میرے دل میں اُبھرا ہے۔ اتنی قوتوں کے پہاڑ ہمارے مقابل پر کھڑے ہیں اور ہم بے بس ہیں۔ جب دل میں شدید بے چینی ہوتی ہے تو انسان اپنے بڑوں پر نظر اُٹھاتا ہے تو مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہؤا کہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے آج دنیا کی نجات وابستہ ہے۔ یہی ذات ہے جو آج دنیا کو بچائے گی اور امن کی ضمانت دے گی۔ اور اس ذات کا عکس ہر دل میں اُتارنا پڑے گا۔ اگر آپ اپنے دل میں اس کا عکس اُتاریں گے تو ناممکن ہے کہ یہ جذبہ کسی اور جذبہ سے شکست کھا جائے۔

حضور نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ سے پانی پئیں کہ یہ آبِ حیات کا مقام رکھتا ہے۔ اس ذاتِ اقدس کو اپنا ہیرو بنائیں کیونکہ آپؐ کی ہر ادا زندہ رکھنے اور زندہ رہنے کے لائق ہے۔ انہی اداؤں کے ساتھ آپ کی زندگی اور ساری دنیا کی نجات وابستہ ہے۔

حضور نے فرمایا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا تو یہ احسان ہے کہ آپ نے خود بھی اِس چشمہ سے پانی پیا اور خالصۃً اُسی کے ہوگئے اور پھر ہمیں بُلا کر اس کی راہ دکھانے لگے لیکن اصل میں وہی ہے سارے حُسن کا سرچشمہ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور نے خطبہ کے آخر میں فرمایا۔ اس ضمن میں ایک آخری بات کہہ کر مَیں خطبے کو ختم کرتا ہوں کہ روزانہ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں تو سورۃ فاتحہ کی اِس دُعا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی التجا بھی شامل کر لیا کریں۔ اصل پیغام اِس دعا میں یہ ہے کہ اے خدا ہم عبادت تو کرنا چاہتے ہیں مگر ویسی عبادت کرنا چاہتے ہیں جیسی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کیونکہ تو نے خود اسے عبد کا خطاب دیا ہے۔ اِذَا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ۔ قرآن کریم میں سب سے بڑا لقب جو کسی نبی کو عطا کیا گیا ہے وہ عبد اللہ کا لقب ہے۔ پس دعا یہ ہے کہ اے اللہ جیسی تیری عبادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی ویسی عبادت ہم کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے صدق کے ساتھ عبادت کی تھی اس لئے اِس معاملہ میں اے خدا ہم بالکل نا اہل ہیں، صفر ہیں۔ صرف ایک سہارا ہے کہ عبادت کی توفیق تجھ سے مانگیں۔ تو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عبد بنا دے۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اس مضمون کے نتیجے میں لازماً نصیب ہؤا کرتی ہے۔ آپ نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو نظام قدرت کے قوانین پر غالب آسکے اس لیے مَیں یہی دُعا کرتا ہوں اور یہی تمام امریکہ کو واشنگٹن سے میرا پیغام ہے (کیونکہ یہ اِس ملک کا ہیڈ کوارٹر ہے) کہ اِس سے بہتر نسخہ ان سارے مصائب کے علاج کے طور پر مجھے اَور کوئی معلوم نہیں اور نہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم ان نسخوں پر عمل پیرا ہو جائیں پھر ساری ترقیات کے مراحل ہم پر خود بخود آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ کرے کہ جلد تر یہ مقام ہمیں نصیب ہو۔ آمین ❖

# صدسالہ جشن کی تیاری

## وعدوں کی جلد ادائیگی اور معیار بڑھانے کی ضرورت

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۱۹۸۷ء بیت الفضل لنڈن میں صد سالہ جوبلی کے وعدہ جات کی بروقت ادائیگی کی ضرورت اور اس کی غیر معمولی اہمیت بیان فرمائی تھی۔ خطبہ میں سے منتخب اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

"جو (وعدہ) آپ نے سو سالہ جشن منانے کے لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے اپنے مولیٰ کے حضور پیش کیا تھا بظاہر تو آپ (ائمہ جماعت) کے سامنے وعدے کرتے ہیں مگر حقیقت میں تو اللہ سے وعدہ ہے۔ (امام) کی ذات تو اس وعدہ کے درمیان محض ایک وسیلہ کا رنگ رکھتی ہے جہاں جماعت کے وعدے مرکزی نقطہ اختیار کر جاتے ہیں اور ایک اجتماعیت کی شکل میں پھر خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں ورنہ ہر وعدہ ہمارا خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو براہ راست اللہ کے حضور پیش ہو رہا ہوتا ہے۔ اس پہلو سے اس وعدہ کی یاد دہانی کروانے کی ضرورت پیش آتی ہے ...

..... کہ جب سال جوبلی منانے کا آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ تو ساری دنیا میں کم از کم ایک سو ممالک میں جماعت ایک عظیم الشان جشن منا رہی ہوگی۔ اس جشن کے لئے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس سال میں کتنے اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ اور جس رنگ میں ہم نے ..... جشن کو منانا ہے اس کے لئے بہت سی تیاریاں ابھی سے شروع ہیں جن پر اخراجات اُٹھ رہے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ مطالبے زیادہ ہونے والے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ آپ کو صد سالہ جوبلی کی طرف خصوصی توجہ دینے کی طرف یاد دہانی کروائی جائے۔ ..... سال صرف دو باقی ہیں کیونکہ اس سال اگر وعدہ پوری طرح نہ ملے اگلے سال پھر تاخیر ہو چکی ہوگی اور جس سال جشن منایا جا رہا ہوگا اس سال تو یہ نہیں کیا جا سکتا کہ ساتھ اخراجات ہو رہے ہیں اور ساتھ فکر کی جا رہی ہو کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا ہے یا نہیں۔ اس سے پہلے پہلے کلیتہً وعدے وصول ہو جانے چاہئیں۔ ...... آپ اگر اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائیں تو ان فکروں سے خدا آپ کو نجات بخشے گا کہ کس طرح ادائیگی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر پہلے وہ معیار نہیں بھی تھا تو اب یہ معیار لے کر دوبارہ نئے ارادہ سے خدا کے حضور اپنے وعدوں کی تجدید کریں کہ اے خدا جو غفلت ہوئی ..... اب تک ہم نے جن وعدوں کی ادائیگی سے کوتاہی کی ہے یا غفلت کی ہے کوئی اہمیت نہیں دی تو ہمیں اس کی معافی عطا فرما اور آئندہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم تیری رضا کے مطابق اس وعدے کو اس

سال کے اندر اندر ادا کر دیں۔

حضور نے بالخصوص نوجوانوں اور نو احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

"گزشتہ بارہ سال میں نئی نسلوں میں سے بہت سے نوجوان ہیں جو اس تحریک کے آغاز کے بعد برسر روزگار ہوئے اور غلطی سے اس وعدے میں شامل نہیں ہو سکے۔ لاعلمی کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے۔ بہت سے ایسے ہیں جو پہلے اخلاص کے معیار میں کمزور تھے اور اب خدا کے فضل سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں وہ سابقہ اخلاص کے معیار کی کمزوری کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے ...... بہت سے نئے احمدی ہوئے ہیں ...... ان کو بتانا چاہیئے کہ اتنی عظیم الشان تحریک ہے جو صد سالہ جشن سے تعلق رکھتی ہے۔ اور گزشتہ سو سال کی تحریک میں آپ کی قربانی شامل ہو جائے گی۔ احمدیت کے آغاز کے دن سے لے کر اس جشن کے سال تک خدا تعالیٰ آپ کی قربانی کو سارے سالوں پر پھیلا دے گا ...... اتنی عظیم الشان قربانی کا وقت ہو اور آپ ان بیچاروں کو محروم رکھیں جو نئے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں تو یہ بھی ناجائز بات ہے۔ یہ ظلم ہے ان لوگوں پر ...... یہ چندہ وعدے کی نسبت بہت بڑھ کر وصول ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے۔ اس لیے کمر ہمت باندھیں اور پورے زور سے اس طرف جس طرح WAR FOOTING کہتے ہیں جہاد کی روح کے ساتھ ساری دنیا میں عظیم الشان تحریک چلائیں کہ سب احمدی اللہ کے فضل کے ساتھ اس سے دعائیں مانگتے ہوئے اس طرح وعدے پورے کریں کہ خدا کی نصرت کا ہاتھ ان کو دکھائی دے۔ خدا کا پیار وہ اپنے دل میں محسوس کریں اور وعدے پورے کرنے کی ایسی شکل ہو کہ وعدے کا جو لطف آئے گا وہ تو آئے گا وہ خدا کی نصرت کو اس طرح دیکھیں اپنی تائید میں ظاہر ہوتے ہوئے کہ اللہ کی محبت میں وہ پہلے سے بھی بڑھ جائیں۔"

اے نوجوانِ احمدیت! امام وقت کی اس آواز کو سن کر کسی تاخیر یا انتظار کا کوئی محل نہیں اور نہ تیری شان اور اخلاص کو یہ زیبا ہے۔ تجھے کیا فکر، تیرے لئے تو خوشخبری ہے کہ اگر تو اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائے گا تو ادائیگی کی فکروں سے خدا تجھے نجات بخشے گا۔ پس اس مہم کی تیاری میں اپنی حقیر پونجی خدا کے حضور پیش کر کے اپنے بے کراں جذبۂ اخلاص و ایثار کے موافق جزا پالے ---- اُٹھ اور دنیوی و اُخروی سعادتوں، راحتوں اور خوشیوں سے اپنی جھولی بھر لے کہ پھر یہ برکت، یہ سعادت، یہ عزت پہاڑوں کے برابر دولت لٹانے سے بھی ہاتھ نہ آئے گی۔

ــــــ

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

(جناب میر مبشر احمد صاحب طاہر آف پسرور)

اے وطن تیری عظمت پہ ہم کٹ مریں گے ۔۔۔ تیری مٹی کی ہم یوں حفاظت کریں گے

تیرے کوہ و دمن تیرے گلزار کی ۔۔۔ خون دے کر بھی ہم سب سجاوٹ کریں گے

مانگ بھر دیں گے ہم تیری سیندور سے ۔۔۔ ہم سے جو بن پڑا ہم وہ سب کچھ کریں گے

تیری سرحد پہ دشمن کو آنے نہ دیں گے ۔۔۔ بڑھ کے ہم تیرے دشمن کے گھر میں لڑیں گے

ہم ہیں شاہیں صفت نوجواں شیر دل ۔۔۔ ہم زمیں پر لڑیں گے فضا میں لڑیں گے

سبز پرچم ہلالی اڑاتے ہوئے ۔۔۔ دیکھ لینا کہ ہم مثلِ طوفاں بڑھیں گے

تیری تعمیر مزدور کرتے رہیں گے ۔۔۔ تیرے دہقان سونا اگاتے رہیں گے

سب ہنرمند کر دیں گے دن رات ایک ۔۔۔ سارے اہلِ وطن خوب محنت کریں گے

گیت خوشیوں کے گائیں گے ہم کو بہ کو ۔۔۔ تیرے دشمن ہی ہر آن آہیں بھریں گے

اپنے اعمال سے اپنے افکار سے ۔۔۔ نام روشن زمانے میں تیرا کریں گے

تجھ سے طاہر کا ہے عہد پیارے وطن ۔۔۔ جب پڑا وقت جاں بھی نچھاور کریں گے

ہم تری عظمتوں جرأتوں کے امیں

رسمِ اسلاف کو پھر سے زندہ کریں گے

سیرۃ النبی

ایڈیٹر کے قلم سے

# عاشقِ یارِ ازل

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا پُرلطف تذکرہ

خدا تعالیٰ ایک مخفی خزانہ تھا۔ اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے سو اس نے اپنی صورت پر آدم کو پیدا کیا۔[1] اور اس کی تخلیق کا مقصد عبودیت ٹھہرایا جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمِ خاکی کامل تذلّل اور خضوع کے ساتھ اپنے رب کے قدموں میں بچھ جائے اور صرف اور صرف اُسی کے نقش قبول کرے اور انہیں دنیا پر ظاہر کرے۔

الوہیت اور عبودیت کے اِس درمیانی رشتے کا نام عبادت ہے۔ عبادت وہ سانچہ ہے جس کے ذریعے سے انسان اپنے رب کے رنگوں میں ڈھلتا ہے۔ عبادت تہذیب نفس کا وہ راستہ ہے جس پر چل کر سالکِ راہ اپنی تمام لذات و مرادات کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بنا کر ایک آئینہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس سے صفاتِ الٰہیہ کا انعکاس ہوتا ہے۔

عبادت ایک ایسا لطیف اور پاکیزہ جذبہ ہے جو محبّت اور خوف کے امتزاج سے انسانی دل کی گہرائیوں میں جنم لیتا ہے۔ دماغ کی لہروں پر سفر کرتا ہے۔ زبان پر جاری ہوتا ہے۔ ہونٹوں پر تیرتا ہے۔ آنکھوں سے چھلکتا ہے۔ اور تمام جوارح کو ہمہ وقت متحرک کر کے اپنے رب کے حضور جھکا دیتا ہے۔ عبادت کے اعلیٰ ترین معیار کے ساتھ عبودیت کی یہ بلند ترین چوٹی حضرت اقدس محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَر کی اور خدا تعالیٰ نے صرف آپ کو عبد اللہ کے لقب سے یاد فرمایا۔

عبودیت جب اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جلوہ گر ہوئی تو کائنات کا سب سے حیرت انگیز انقلاب وقوع پذیر ہوا۔

ذرا اس جوانِ رعنا کو دیکھو تو سہی اپنے رب سے ملنے کی آرزو اسے سنسان کوٹھڑیوں اور تاریک غاروں میں لیئے جاتی ہے۔ وہ شباب کی اُمنگوں اور آرزوؤں سے بے نصیب تو نہیں لیکن ایک اَن دیکھی قوّت نے اُسے طرب خیز زندگی سے بے نیاز کر کے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

---

[1] موضوعاتِ کبیر ملا علی قاری صفحہ ۴۷۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۱۵۔ مسند ابی ہریرہ۔

صحرائے عرب کی تاریک رات میں ہُو کا عالَم طاری ہے اور خانہ کعبہ کے پڑوسی اور وادیٔ بطحا کے مکین رنگ رلیاں مناکر خوابِ نوشین میں پڑے ہیں مگر مکہ سے آٹھ میل دُور ایک پہاڑی غار میں ایک معصوم اور عابد و زاہد عربی نوجوان عبادت میں مصروف ہے۔ عشقِ الٰہی کی آتشِ سوزاں نے اس کے قلب و جگر میں ایک آگ لگا رکھی ہے[1] اور دیکھو کہ خدائے ذوالعرش ابدی زندگی کا پانی لے کر اس دُرِّ یتیم کی طرف لپکا ہے اور جبریلِ امین کی تجلی سے قلبِ محمدؐ کے اندر زیتون صفت چراغ (جو پہلے ہی جل اُٹھنے کو تیار تھا) بھڑک اُٹھتا ہے اور نورٌ علیٰ نور بن کر ساری کائنات کو یہ مژدۂ جانفزا سُناتا ہے کہ اب اس کائنات پر کبھی اندھیروں کی حکمرانی نہیں ہوگی۔ آپؐ کی پُرسوز عبادات اور اندھیری راتوں کی دعاؤں نے اپنے خالق کی تلاش کا مرحلہ کامیابی کے ساتھ طے کر لیا ہے۔ آپؐ کی آہوں کے بادل آسمان کی طرف اُٹھے اور قرآن کریم کو دوش پر لے کر اس زمین پر اُتر آئے ہیں۔

اپنے رب کی تلاش میں اس مقدس سالک کا سفر ختم ہؤا تو اس بے کراں ذات کے اندر سفر کا لامتناہی سلسلہ شروع ہؤا ہے جس کے پہلے قدم پر آپؐ نے عبادت کو نئے معانی پہنائے ہیں کہ ہر وہ کام جو رضائے مولا کی خاطر کیا جائے وہ عبادت ہے[2] اس لئے اب آپؐ کو معیّن عبادت کی خاطر اوقات وقف کرنے اور غاروں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ عبادت کی مہک اب آپؐ کی زندگی کے ہر لمحے میں گُھل چکی ہے۔ اپنی ہر حرکت اور سکون کو اپنے مولا کے نام منسوب کر دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کے بقول یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ[3] آپؐ ہر وقت خدا ہی کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور ذکرِ الٰہی سے آپؐ کی زبان تر رہتی ہے۔ اس کی رضا سے آغاز کرتے ہیں اور اس کی خوشی سے انجام کرتے ہیں۔ جذبۂ عشق و خود سپردگی ان بے قرار دعاؤں سے ظاہر ہوتا ہے جو نہایت فصیح و بلیغ اور دل کو موہ لینے والی ہیں اور گہری حکمتوں اور فلسفے کی رازداں ہیں۔

آپؐ کو ہر انقلاب میں، رات اور دن کی تبدیلی میں سورج اور چاند کے گرہن میں اور بہار و خزاں کی آمد میں، ہر تبدیلی میں خدا کی شان نظر آتی ہے۔ اپنے خدا کا خیال آپؐ کے دل و دماغ پر اس طرح مستولی ہے کہ اس سے پَل بھر کی جدائی موت ہے۔ کوئی بھی معاملہ ہو اس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے غرضیکہ ہر موقع پر خدا کا نام ضرور لیتے ہیں۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک انسان ہزارہا کیفیات سے گزرتا ہے مگر کوئی ایک بھی کیفیت نہیں جس کے ظاہر ہونے پر حضورؐ نے کوئی دعا نہ کی ہو اور اپنے غلاموں کو نہ سکھائی ہو۔ آپؐ خدا نمائی کا سب سے مصفّٰی اور وسیع آئینہ ہیں جن میں غیروں کو بھی خدا ہی نظر آتا ہے جس کی گواہی آپؐ کے معاصرین عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہہ کر دیتے ہیں۔ اور ڈاکٹر سپرنگر

---

[1] صحیح بخاری باب بدء الوحی۔ [2] بخاری کتاب الایمان باب اِنَّ الاعمال بالنیّۃ والحِسبۃِ۔
[3] صحیح بخاری کتاب الحیض باب تقضی الحائض المناسک ......

جیسا متعصب عیسائی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ :-

"اس نبی عربی کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور غالب رہتا تھا۔ اس کو نکلتے ہوئے آفتاب اور برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا دستِ قدرت نظر آتا تھا۔ رعد اور طیور کے نغمۂ الٰہی میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتی تھی اور سنسان جنگلوں اور پرانے شہروں کے کھنڈروں میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھائی دیتے تھے"۔[1]

محبوبِ ازلی کا قرب اور محبت کی تپتی ہوئی لہریں آپؐ کے سینہ و دل میں اور بھی ہیجان پیدا کرتی ہیں۔ دل محبوب کے قدموں میں جھک کر آنسوؤں کی راہ پگھلنے کی تمنا کرتا ہے تو ربِّ کریم آپؐ کو آسمانوں کی سیر کراتا ہے، اپنا دیدار عطا کرتا اور واپسی پر نماز کا تحفہ عنایت کرتا ہے[2] یہ نماز غیروں کے لئے فرض مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شبِ معراج کی یہ یادگار آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی غذا ہے۔

مگر آپؐ کا دل فرائض سے آگے بڑھ کر نوافل کے ذریعے اپنے رب کا پیار ڈھونڈتا ہے۔ پنجوقتہ نماز کے علاوہ آپؐ روزانہ کم از کم ۲۹ رکعتیں سُنّت اور نوافل ادا کرتے ہیں[3]

چاشت اور تحیۃ المسجد کی رکعات اس کے علاوہ ہیں۔ زندگی کی ہر کیفیت کو عبادت کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

خوشی کی خبر سنتے ہیں تو سجدۂ شکر بجالاتے ہیں اور اجتماعی مسرت کا دن آئے تو نمازِ عید ادا کرتے ہیں۔ کسی کی وفات کی خبر ملے تو نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔ سفر سے واپس لوٹیں تو پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرتے ہیں[4] قحط سالی کا خدشہ ہے تو نمازِ استسقاء کے لئے کھلے میدانوں کا رُخ کرتے ہیں۔ کوئی خاص ضرورت پیش آئے تو نمازِ حاجت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کسی معاملے میں اپنے رب سے استصواب کرانا ہو تو نمازِ استخارہ کے لئے ایستادہ ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر کوئی نشان ظاہر ہو تو کسوف و خسوف کی اتنی لمبی اور درد بھری نماز ادا کرتے ہیں کہ عام انسان کی برداشت جواب دینے لگتی ہے[5] کوئی بھی مشکل درپیش ہو تو نماز کی نیت کر لیتے ہیں[6] ان تمام امور میں سے کوئی بھی نہ ہو تو محض اپنے رب کی حمد و ثناء کی خاطر نوافل کو صلوٰۃ التسبیح اور صلوٰۃ الاوّابین کا نام دے کر سربسجود ہو جاتے ہیں۔

یہ معمولات تو زیادہ تر دن کے اوقات سے تعلق رکھتے ہیں شب بیداریاں اور سحر خیزیاں اس پر

---

[1] بحوالہ برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول صـ۲۹۔ [2] بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب کیف فرضت الصّلوٰۃ [3] بحوالہ سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی جلد دوم صـ۲۵۳۔ [4] صحیح بخاری کتاب الصّلوٰۃ باب الصّلوٰۃ اذا قدم من سفر۔ [5] صحیح بخاری ابواب الکسوف باب صلوٰۃ النساء مع الرجال۔ [6] سُنن ابی داؤد کتاب الصّلوٰۃ باب وقت قیام النبیؐ من اللّیل۔

متزاد ہیں۔ تمام دن کی بے پناہ مصروفیات، تعلیم و تربیت اور دعوۃ الی اللہ کے تھکا دینے والے فرائض اور غیروں کے طعن و تشنیع کے جگر پاش نشتر اور عائلی زندگی کے بوجھ آپؐ کے وجود کو ماندہ نہیں کر سکتے۔ آپؐ کی رُوح عبادت کے لیئے پگھلتی اور آنکھ آنسو بہاتی اور سینہ میں آگ پیدا کر دیتی ہے۔ اور آپؐ کو تنہائی کا ذوق اُٹھانے کیلئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے۔ اور آپؐ کو بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔

عبداللہ بن رواحہؓ اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ
أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ
يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ [1]

ہم میں اللہ کا رسول موجود ہے جو ہمیں ایسے وقت میں کتاب اللہ پڑھ کر سُناتا ہے جب صبح کو پَو پھٹتی ہے۔ اس نے ہمیں راہِ راست دکھائی جبکہ ہم اندھے ہو چکے تھے۔ جس سے ہمارے دل اس یقین سے پُر ہیں کہ اس کا ہر قول پورا ہو کر رہے گا۔ آپؐ رات اس طرح بسر کرتے ہیں کہ بستر پر آرام کی کروٹ نہیں لیتے اور اس وقت مشرکوں کے بستر خوابِ غفلت سے بوجھل ہوتے ہیں۔

یہ محض شاعرانہ کلام نہیں۔ سچائی کا اظہار ہے۔

سنو! رات کے سنّاٹے میں بھیانک قبرستان سے اُٹھنے والی یہ کربناک آواز اسی کشتۂ تیغِ محبّت کی ہے ذرا قریب ہو کر تو دیکھو حضورؐ سجدہ میں پڑے ہیں۔ سینہ ہنڈیا کی طرح اُبل رہا ہے اور بار بار فرماتے ہیں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔ اشکوں کا ایک سیلاب ہے جو آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔ آپؐ کا دل تو ازل سے پاک ہے۔ یہ آنسو تو اس لاثانی انقلاب کا غازہ اور سرمایہ ہیں جو صدیوں کے مُردوں کو زندہ کر رہا ہے اور آنکھوں کے اندھوں کو بینائی بخش رہا ہے اور گونگوں کی زبانوں پر الٰہی معارف جاری کر رہا ہے۔

اس سجدہ ریز وجود کے دائیں طرف جو سایہ سا نظر آرہا ہے یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ ہیں جو حضورؐ کو بستر پر نہ پا کر گھر سے نکلی ہیں اور سوچ رہی ہیں کہ میں کس خیال میں تھی اور حضورؐ کس حال میں ہیں [2] حضرت عائشہؓ سوچتی ہیں کہ

---

[1] صحیح بخاری کتاب التہجّد باب فضل من تعارّ من اللیل۔ [2] سُنن نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ۔

حضورؐ کی تو ہر بات ہی عجیب ہے۔ اُن کی نظروں میں وہ واقعہ لہرا گیا ہے جب حضورؐ نے اُن کے بستر میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے عائشہؓ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں یہ رات اپنے رب کی عبادت میں گزار دوں۔ حضرت عائشہؓ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ مجھے تو آپ کا قرب پسند ہے اور آپ کی خوشنودی مقصود ہے میں آپ کو خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔ حضورؐ اُٹھے، وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ قرآن کا کچھ حصّہ تلاوت فرمائی اور پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے آنسو دونوں رخساروں تک بہہ آئے۔ پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد و توصیف کرتے ہوئے پھر رونے لگے یہاں تک کہ رات ڈوب گئی۔ صبح نماز کے وقت حضرت بلالؓ حضورؐ کو جگانے کے لیے آئے تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے متعلق اللہ نے یہ خوشخبری نہیں دی کہ:۔

غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

فرمایا اے بلال! کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[1]

آپؐ جس قدر خدا تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں اُتنی ہی آتشِ شوق اَور تیز ہوتی ہے اور شرمندۂ احسان ہوتے ہیں کہ الٰہی! اس قدر توفیق تیرے فضل سے ملتی ہے۔ آپؐ کی عبادت ایک دَورِ تسلسل کا رنگ رکھتی ہے۔ کچھ وقت عبادت میں گزارتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے اس کام کی توفیق دی اس احسان کا شکر بجالانا ضروری ہے۔ اس جذبۂ شکر سے بے اختیار ہو کر اَور عبادت کرتے اور پھر اسے بھی احسان سمجھتے کہ اس نے شکر بجالانے کی توفیق دی۔ پھر اَور بھی شوق کی جلوہ نمائی ہوتی ہے اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ کیا عشق ہے کیا محبت ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ خون کا دَوران نیچے کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور آپؐ کے پاؤں متورّم ہو جاتے ہیں[2] مگر محبّت اس طرف خیال ہی نہیں جانے دیتی۔ (سیرت خیر الرسلؐ صفحہ ۹۴-۹۵)



عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن عمرؓ جیسے مضبوط جوان صحابہؓ عشق سے بے تاب ہو کر حضورؐ کے ساتھ کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں[3] مگر یہ عالی منزل تو صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے کوئی دوسرا اس کی گرد اور پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اِس مقام سے تو آپ اس وقت بھی دست بردار نہ ہوئے تھے جب مکّہ کی تمام شیطانی قوتیں اپنے پُورے جبر و تشدد کے ساتھ آپؐ کو عبادت سے ہٹانے پر تل گئی تھیں۔ آپؐ کے سر پر خاک ڈالی گئی۔ آپؐ کی راہوں میں

---

۱ تفسیر کشاف زیر آیت إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔
۲ صحیح بخاری کتاب التہجد باب قیام النبیّ اللّیل۔
۳ صحیح بخاری کتاب التہجّد باب طول الصلوٰۃ فی قیام اللّیل۔

کانٹے بچھائے گئے۔ سجدہ کرتے ہوئے آپؐ کی پشت پر اونٹ کی اوجھڑی پھینکی گئی۔[1] صحن کعبہ میں آپؐ کی گردن میں کپڑا ڈال کر گھونٹا گیا۔[2] ابوجہل نے مسجد حرام میں عبادت کرنے پر آپؐ کو کئی دفعہ دھمکیاں دیں۔[3] مگر آپؐ عبادتِ الٰہی سے باز نہ آئے تو آپؐ پر مسجدِ حرام کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ساری زمین آپؐ کے لئے مسجد بنا دی[4]۔ اور آپؐ نے عبادت کا جھنڈا ہر حال میں سر بلند رکھا۔

عبادت کے اِس بلند پرچم کو سرنگوں کرنے کے لئے اہلِ مکہ نے پے در پے مدینہ پر چڑھائی کی مگر میدانِ وغا کی گھمبیر اور خون آشام گھڑیوں میں بھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری فتح اس پرچم کو بلند کرنا تھا۔

شامِ اُحد کو تو دیکھو تمام دن کتنے ہی ہولناک طوفان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کے سروں پر سے گزرتے رہتے ہیں۔ زندگی اور موت کے درمیان گھمسان کے رَن میں جسم لہولہان ہو گئے ہیں۔ اور نماز کو کبھی اپنے قیام کے لیے ایسی سخت آزمائش پیش نہیں آئی جیسی آج پیش آئی ہے۔ تمام دن کی شدید محنت اور مشقت اور جانکاہی کے سبب جسم تھکاوٹ کے غلبہ سے مٹی ہوئے جاتے ہیں۔ کاری زخموں نے الگ آفت ڈھا رکھی ہے۔ بوٹی بوٹی اذیت میں مبتلا ہے۔ حضورؐ کے دندانِ مبارک شہید ہو چکے ہیں۔ چہرہ زخموں سے چُور ہے۔ زانوؤں کی کھال چھلی ہوئی ہے مگر شام ہوتی ہے تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے مسجدِ نبوی میں آرہے ہیں۔ آپؐ کے قدم نقاہت سے لڑکھڑا رہے ہیں مگر عبادت کے قدموں میں کوئی لغزش نہیں آنے دیتے۔[5] (خالد جون جولائی ۱۹۸۰ء صفحہ ۵۲)

آپؐ جنگِ خندق کے دَوران دشمن کو بددعا دیتے ہیں تو صرف اس لیئے کہ مسلمان نمازیں بروقت ادا نہیں کر سکے۔[6]

حضرت علیؓ کے سوال کرنے پر حضورؐ اپنی زندگی کا خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں :۔

اَلْحُبُّ اَسَاسِیْ وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ وَ ذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ وَ الْحُزْنُ رَفِیْقِیْ وَ الْعَجْزُ فَخْرِیْ وَ الطَّاعَۃُ حَسْبِیْ وَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔[7]

خدا کی بے پناہ محبت میری زندگی کی بنیاد ہے میرے سانسوں کا دارومدار اِسی پر ہے۔ یہ ایک ایسا بے کراں جذبہ ہے جو ہر دم مجھے اپنے مولیٰ کی طرف کھینچے لیئے جاتا ہے۔ خدا کی یاد ہر دم میرے ساتھ رہتی



---

[1] صحیح بخاری کتاب بنیان الکعبۃ باب ذکر مالقی النبیؐ واصحابہٗ من المشرکین۔
[2] صحیح بخاری کتاب بنیان الکعبۃ باب ذکر مالقی النبیؐ واصحابہٗ من المشرکین۔ [3] تفسیر ابن کثیر سورۃ العلق جلد ۴ صفحہ ۵۲۹۔ [4] صحیح بخاری کتاب الصلٰوۃ باب جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً۔
[5] شروع الحرب ترجمہ فتوح الحرب صفحہ ۲۳۲، از ممتاز بیگ ذیشان۔ [6] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق
[7] الشفاء جلد اوّل صفحہ ۸۵۔

ہے اور مجھے اس کی یاد میں سکون ملتا ہے۔ اور خدا کے حضور میں میرے دل کی غمزدہ کیفیات ایک وفادار دوست کی طرح میرے ساتھ رہتی ہیں۔ اور ہر لمحہ میرا دل خدا کے حضور میں گداز رہتا ہے۔ اور اللہ کے حضور اپنی عاجزی اور انکساری اور فروتنی میں ہی میں اپنی بڑائی سمجھتا ہوں۔ اور میرے لیئے یہی کافی ہے کہ خدا کی کامل اطاعت مجھے حاصل رہے اور میں ہمیشہ اس کی بندگی کرتا رہوں۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور اور رُوح کا سکون صرف ان لمحوں میں ملتا ہے جب میں اپنے مولیٰ کے حضور نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔

سطوتِ توحید قائم کرنے والی ان نمازوں کا قرآن کریم کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ قرآن کریم آپ کی معتدل طبیعت اور پاک طینت کے موافق اور غم کی گھڑیوں میں اُترا ہے[1] اس لیئے بڑے سوز وگداز کے ساتھ اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ خصوصاً رات کے تیرہ و تار لمحات ہوں۔ قرآن ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لحن ہو تو کائنات کی رفتاریں تھم جاتی ہیں۔ بعض اوقات طویل سورتیں ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور بعض دفعہ ساری رات ایک ہی آیت کی تلاوت میں گزار دیتے ہیں[2] تلاوت کا کتنا زندگی بخش اسلوب ہے کہ جب کوئی خوف اور خشیت کی آیت آتی ہے تو خدا سے دعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے ہیں۔ اور جب کوئی رحمت اور بشارت کی آیت آتی ہے تو اس کے حصول کے لیئے دعا کرتے ہیں[3]

ایک روز عبداللہ بن مسعودؓ سے فرماتے ہیں قرآن سُناؤ اور پھر قرآن سُن کر آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے[4] سوتے جاگتے، چلتے پھرتے قرآن کی آیات وردِ زبان ہیں۔ تعلیمِ قرآن کا ہر سُو چرچا ہے۔ ایک علمی قرآن ہے جو اوراق میں محفوظ ہے اور ایک عملی قرآن ہے جو ذاتِ نبویؐ میں محفوظ ہے۔ قرآن میں جو چیز قال ہے وہی ذاتِ نبویؐ میں حال ہے اور جو قرآن میں نقوش و نقاط ہیں وہی ذاتِ نبویؐ میں سیرت و اعمال ہیں۔

ان شدید جسمانی مشقتوں سے گزرتے ہوئے آپؐ اپنے جسم کا نذرانہ بھی اپنے مولا کے حضور پیش کرتے ہیں۔ رمضان فرض ہونے سے قبل اہل کتاب کے دستور کے مطابق عاشورۂ محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ ۲ھ میں رمضان فرض ہوتا ہے تو گویا دل کی کلی کھل اُٹھتی ہے۔ آپؐ نیکیوں اور عبادتوں کا مجسمہ بن جاتے ہیں۔ نمازیں اور زیادہ حُسن کے رنگ بھرتے ہیں۔ کبھی تیز ہواؤں کی طرح صدقات تقسیم کر رہے ہیں۔ کبھی جبریل امین کے ساتھ قرآن کریم کا دور ہو رہا ہے۔ آخری عشرہ آتا ہے تو راتوں کو زندہ کرتے اور کمر ہمت اور کس لیتے ہیں۔ اعتکاف کر کے خلوت میں اپنے ربّ کے نام کی مالا جپتے ہیں۔



رمضان تو آپؐ کی زندگی میں کامیابی کا نشان بن چکا ہے۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے بدر میں پہلی فتح بھی رمضان میں

---

[1] شعب الایمان بحوالہ الاتقان نوٹ ۳۵۔ [2] شمائل الترمذی باب فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[3] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ۔
[4] بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء۔

عطا کی تھی اور مکہ کی آخری عظیم الشان فتح بھی رمضان میں دی ہے۔ رمضان کے علاوہ کثرت کے ساتھ نفلی روزے رکھتے ہیں۔ شعبان کا تو قریباً پورا مہینہ روزے سے گزارتے ہیں۔ شوال کے چھ روزے رکھتے ہیں۔ ہر ماہ کے آغاز میں تین روزے، مہینہ کے نصف اوّل میں اکثر روزے اور چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھتے ہیں۔ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں اعمال خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ اتفاقی روزے اس کے علاوہ ہوتے ہیں۔[1]

کوئی بتائے تو سہی کہ حضورؐ کی زندگی میں ذاتی آرام وسکون کا کون سا لمحہ ہے؟ ایک قلیل سی نیند کی طرف توجہ ہوتی ہے تو فرماتے ہیں تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ[2] کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ وہ تو مسلسل بیدار رہ کر اپنے رب کی عبادت اور شکر گزاری میں مشغول رہتا ہے۔

یہ قلب مطہر ۶۳ سال زندہ رہا اور انسانیت کی فلاح کے لئے مسلسل دھڑکتا رہا۔ اس پر غفلت کا ایک لمحہ بھی کبھی نہ آیا۔ قرآن کریم نے آپؐ کی حیاتِ جاوید کا نقشہ آپؐ کی اپنی زبان سے کتنے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے ــــ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مگر ان ساری عبادتوں کو کافی نہ سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کشتگانِ محبت کے ساتھ مکہ آن پہنچے ہیں۔ تسبیح و تہلیل کا غلغلہ ہے۔ توحید اور اللہ اکبر کی صدائیں ہیں۔ حضورؐ دیوانہ وار حضرت احدیت کے گھر کا طواف کرتے ہیں۔ اس کے آستانہ کے پتھر کو بار بار بوسے دیتے ہیں۔ پتھریلے میدانوں میں آبلہ پائی کرتے ہیں۔ آپؐ کی یہ عبادتیں بانجھ اور بے ثمر نہیں ہیں۔ خشک اور بے کیف نہیں۔ آپؐ کی روح کے لئے اطمینان بخش اور سحر آفریں غذائیں ہیں۔ آپؐ کی تمام فتوحات کی کلید یہ عبادتیں ہیں۔

یہی وہ عبادت تھی جس نے وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ وہ کون سی طاقت تھی جس نے بدر کے میدان میں نہتے اور کمزور مسلمانوں کو دشمن کی ایک قوی اور اسلحہ سے لیس فوج پر فتح عطا کی۔ یہ عبادت ہی تو تھی جو مَا رَمَیْتَ کی نوید میں ڈھل گئی تھی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بدر کے میدان میں وہ جنگ جیتی گئی تھی مگر عارف باللہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ جنگ اُس خیمے میں جیتی گئی تھی جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گرے ہوئے تھے اور خدا کو عبادت گزاروں کا واسطہ دے کر فتح کی التجائیں کر رہے تھے۔[3]

یہ حیرت انگیز ماجرا کیسے رونما ہوا کہ ایک بے زر، بے زور، بے کس، اُمّی، یتیم، تنہا اور غریب نے براہینِ قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی۔ اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف



---

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم و جامع ترمذی ابواب الصوم۔

[2] صحیح بخاری کتاب المناقب باب تنام عینہ ولا ینام قلبہ۔

[3] بخاری کتاب الجہاد باب درع النبیؐ۔

کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور اُنہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھا دیا۔ (براہین احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

آپؐ کی عبودیت کے جلوے فتوحات اور معجزات کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں تو آپؐ کے اندر تکبّر اور غرور اور نخوت پیدا نہیں کرتے بلکہ بارگاہِ الٰہی پر جُھکاتے چلے جاتے ہیں۔ خدا آپؐ کو مکّہ کی فتح عطا کرتا ہے تو سر جھکتا جھکتا اونٹ کے کجاوے سے جا لگتا ہے۔[1] دوسری طرف یہ عبادتیں رحمت بن کر عالمین پر برستی ہیں اور اخلاقِ حسنہ کے لبادے میں کُل کائنات پر محیط ہو جاتی ہیں۔ یہ عبادتیں کبھی جود و سخا بنتی ہیں اور محتاجوں کا دامن بھر دیتی ہیں۔ یہ عبادتیں کبھی عفو میں جلوہ گر ہوتی ہیں اور دشمنوں کو نئی زندگی کا مژدہ سُناتی ہیں۔ کبھی حلم و صبر کا لبادہ پہنتی ہیں اور بڑے بڑے سُورماؤں کو قدموں میں گراتی ہیں۔ کبھی پدرانہ محبّت کے جذبات بن کر آنکھوں سے بہتی ہیں۔ کبھی مسکراہٹوں کی صورت میں مومنوں کی خوشیوں کو دوچند کرتی ہیں۔ کبھی دعا بنتی ہیں اور بارش کی صورت میں برستی ہیں اور کبھی دوا بن کر سکینت اور اطمینان کے سامان لے آتی ہیں۔

دَنَا فَتَدَلّٰی کا مضمون دونوں کناروں پر حیرت انگیز ہے۔ قوسِ اُلوہیت اور قوسِ انسانیت کا درمیانی وَتر بن کر ایک طرف خدا کی کامل بندگی کا حق ادا کر رہے ہیں اور دوسری طرف رحمۃٌ للعالمین بن کر تمام مخلوق کو فیض یاب کر رہے ہیں۔ یہ رحمت کمزوروں، مسکینوں، غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بھی بن رہی ہے اور مالداروں، طاقتوروں، سرداروں اور بادشاہوں پر بھی اس کی عنایات ظاہر ہو رہی ہیں۔

یہ صرف عبادت کی طاقت اور اسی کے ثمرات تھے۔ اسی لیے حضورؐ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اس پر کاربند رہے۔ آپؐ کی مرض الموت کی شدّت کا یہ عالم ہے کہ بار بار غش آتے ہیں۔ اُٹھنے سے قاصر ہیں مگر نماز شروع ہوتی ہے تو آپؐ برداشت نہیں کر سکتے اسی وقت دو آدمیوں کے کاندھوں پر سہارا لیکر لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ مسجد میں آتے ہیں۔[2] اس شدید بیماری میں آپؐ کا باجماعت نماز کے لیے مسجد میں آنا شریعت کے لحاظ سے ضروری نہیں مگر یہ فتویٰ نہیں یہ تقویٰ ہے۔ یہ عشق کی شریعت ہے، یہ محبت کے احکام ہیں جو کشاں کشاں درِ مولیٰ پر لئے آتے ہیں۔ اور جب مسجد میں آنے سے بالکل معذور ہو جاتے ہیں تو ہاتھ آگے کو کے حجرہ کا پردہ اٹھاتے ہیں، صحابہؓ فجر کی نماز ادا کر رہے ہیں۔ حضورؐ اپنی نخلِ تمنّا کو پھولتے پھلتے دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ یہ آخری مسکراہٹ تھی جو صحابہؓ نے حضورؐ کے چہرے پر دیکھی۔[3]

کاشانۂ نبوی میں قیامت کا سماں ہے۔ جسم اقدس نڈھال ہو چکا ہے اور روح کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں پاتا۔



---

[1] مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۳۱۷۔ سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۸۔

[2] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ۔

[3] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ۔

واقفِ حال لوگ جانتے ہیں کہ حضورؐ کی واپسی کا وقت آن پہنچا ہے۔ مگر زندگی کی ان نازک گھڑیوں میں جبکہ جسم اور روح کا رشتہ ٹوٹ رہا ہے۔ حضورؐ اپنے متبعین کو نماز قائم کرنے کی تلقین فرماتے ہیں[1] یہاں تک کہ دم واپسیں آن پہنچا ہے اور فرماتے ہیں :-

اِلی الرفیق الاعلیٰ[2] اے میرے اللہ! میرے آسمانی رفیق مَیں تیری طرف محوِ پرواز ہوں۔

اے میرے آقا! آپؐ آسمان سے آئے تھے اور آسمان کی طرف چلے گئے۔ آپؐ کی جسمانی زندگی پر موت آئی مگر اس کا دستِ کوتاہ آپؐ کی روحانی زندگی سے کوسوں دُور ہے۔ آپؐ نے عبودیت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ کی زندگی کا خمیر عبادت سے اُٹھایا گیا تھا۔ آپؐ کے درختِ وجود کا بیج بھی عبادت تھا، اس کی جڑیں بھی عبادت میں پیوست تھیں اور آسمانوں سے ہمکلام ہوتی ہوئی بلند شاخوں پر عبادت ہی کے دلفریب اور شیریں ثمرات تھے۔ اس کے پھول اور پتّے اور اُن کی مہک بھی عبادت ہی کا اعلان کرتے تھے۔

اور اس شجرہ طیّبہ پر بسیرا کرنے والے روحانی پرندے بھی عبادت ہی کے راگ الاپتے رہے اور الاپتے رہیں گے۔ انہی سے اِس دنیا کی بھی حقیقی آبادی ہے اور جنت بھی انہی کے دم سے آباد ہوگی۔ آقا! قیامت کے دن حمد کا پرچم آپؐ کے ہاتھ میں ہوگا[3] اور تمام انبیاء اور صلحاء اور اہلِ جنت آپؐ کے تتبع میں حمد و شکر کے راگ گائیں گے اور ابدالآباد تک گاتے رہیں گے ؏



## عبادت اور شجاعت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہلِ دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپؐ اس تنہائی میں پوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپؐ وہاں کئی کئی راتیں گزارتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔ جب خدا تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو شجاعت بھی آجاتی ہے اسلئے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہلِ دنیا بزدل ہوتے ہیں ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی ہے۔" (الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ بحوالہ شانِ رسولِ عربیؐ صفحہ ۲۹۶)

[1] سُنن ابن ماجہ ابواب الوصایا وھل اوصیٰ رسول اللہؐ۔

[2] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ۔

[3] ترمذی ابواب المناقب۔

ہم فقط تیری محبّت کا عَلَم لے کے چلے



# جماعتِ احمدیّہ کی حیرت انگیز مالی قربانیاں

(فرّخ سلمانی)

مادیت کے اِس دَور میں خدا کے نام پر کچھ خرچ کرنا بہت مشکل ہے مگر احمدیت نے ایک زندہ ایمان کی بدولت یہ مشکل چوٹی بھی سَر کر لی ہے۔ اور دنیا میں مالی قربانی کا ایک حیرت انگیز نظام جاری کیا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اِس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مَیں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں"۔[1]

حضور کی آواز پر مالی قربانی کرنے والوں کی صفِ اوّل میں سب سے ممتاز نام حضرت مولانا نورالدین صاحب کا ہے۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ راہِ مولیٰ میں قربان کر دیا تھا۔

آپ کے متعلق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدرِ قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اُٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں دیکھی۔ یا ان میں جن کے دلوں پر اُن کی صحبت کا اثر ہے۔ مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب اللہ اِس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں"۔[2]

ایک موقعہ پر لدھیانہ میں ایک اشتہار چھپنا تھا۔ حضور نے اپنے ایک رفیق حضرت منشی ظفر احمد صاحب سے فرمایا کیا آپ کی جماعت اِس رقم کا انتظام کر سکے گی؟ آپ نے کہا کیوں نہیں حضور مَیں جا کر روپیہ لاتا ہوں۔ اور جا کر کسی فردِ جماعت سے ذکر کیے بغیر بیوی کا زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کیے اور حضور کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔ چند دن بعد منشی اروڑے خان صاحب بھی لدھیانہ سے آ گئے۔ حضور نے فرمایا منشی صاحب

---

[1] الذکر الحکیم ۴ صفحہ ۱۷۔

[2] نشانِ آسمانی صفحہ ۴۷۔

آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی۔ حضرت منشی صاحب نے پوچھا کونسی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ منشی ظفر احمد صاحب نے تو کسی سے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور پھر واپس آکر آپ نے منشی ظفر احمد صاحب سے ناراضگی میں کہا۔ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور آپ نے مجھے بتلایا ہی نہیں۔ منشی ظفر احمد صاحب نے کہا تھوڑی سی تو ضرورت تھی میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور برابر کہتے رہے حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے بتلایا نہیں۔[1]

حضرت چوہدری رستم علی صاحب رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ریلوے میں انسپکٹر تھے۔ ایک سو پچاس روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے۔ اس میں سے بیس روپیہ اپنے لیٔے رکھ کر باقی ساری تنخواہ حضور کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔

حضور کے ایک اور رفیق سائیں دیوان شاہ سکنہ نارووال اپنے قادیان آنے کی ایک وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔

"میں چونکہ غریب ہوں چندہ تو دے نہیں سکتا قادیان جاتا ہوں تاکہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بن آؤں اور میرے سر سے چندہ اُتر جائے"[2]

حضور کے ایک رفیق بابو فقیر علی صاحب امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ آپ کے پاس اُس وقت ٹین میں صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا آپ نے وہی پیش کر دیا اور اس رات آپ اور آپ کے اہل و عیال بھوکے سوئے[1]

ملکانہ میں شدھی کی تحریک شروع ہوئی تو احمدیوں نے حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں۔

چندہ میں شرکت کے لیٔے ابتدائی شرط یہ تھی کہ کم از کم ایک سو روپیہ چندہ دینے والے لوگ آگے آئیں لیکن بعد میں غریب احمدیوں کی درخواست پر حضور نے یہ شرط اُڑا دی اور غریبوں کو بھی اس ثواب میں حصّہ لینے کا موقعہ میسّر آگیا۔ چندے کے علاوہ احمدی احباب نے مجاہدین کے لیٔے سائیکل دیئے۔ خصوصاً لاہور کی جماعت نے دھوپ سے بچانے والے پروٹیکٹر دیئے۔ بعض نے ستوؤں کی بوریاں بھیج دیں۔ عیدالاضحیہ کا موقعہ آیا تو ہزاروں روپے ملکانہ قوم کے لیٔے جانور ذبح کرنے کے لیٔے بھجوائے[2]

بعض غریبوں نے جن کے پاس کچھ نقد اثاثہ نہ تھا اپنا مکان یا زمین یا جانور بیچ کر اس میں حصّہ لیا۔ مشہور پنجابی شاعر ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے اپنی بھینس بیچ ڈالی اور میدانِ عمل میں جا پہنچے۔ بھینس اگرچہ خسارے پر بکی مگر ڈاکٹر صاحب نے اس گھاٹے کے سودے پر بھی خوشی منائی۔

مَردوں کے علاوہ احمدی عورتوں نے بھی ایثار و قربانی کا ثبوت دیا۔ بعض عورتوں نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں خط لکھے کہ انہیں بھی کچھ کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ بعض عورتوں نے ایک مربّی کا خرچہ

---

[1] حیاتِ احمد عہد جدید جلد اوّل صہ ۲۲۳۔
[2] رفقائے احمد جلد ۱۳ صہ ۹۔

[1] بحوالہ الفضل ۱۸ر جنوری ۱۹۷۷ء۔
[2] الفضل ۲۱ر اگست ۱۹۲۳ء۔

اُٹھانے کا ذمہ لیا اور مختلف طریقوں سے شدھی کے خلاف کام کرنے کی پیشکش کی۔ حضرت سیدہ امۃ الحی نے عید کے موقعہ پر ان راجپوت عورتوں کے لئے جنہوں نے فتنہ میں مخالفین کا جوانمردی سے مقابلہ کیا بیس عدد بڑے دوپٹے اور ایک چھوٹا دوپٹہ حضور کی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ نے جن کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی کسی چھوٹی بچی کیلئے بھجوایا۔ اسی طرح سے دیگر لجنات نے بھی دوپٹے وغیرہ بھجوائے۔[۱]

امریکہ کے مشن کا آغاز ہوا اور حضور نے چندہ کی تحریک فرمائی تو اس میں بھی احمدی خواتین نے قربانی کی نہایت عمدہ مثال قائم کی۔ ماسٹر محمد حسن آسان صاحب کی اہلیہ نے اس مقصد کے لئے اپنی سونے کی بالیاں پیش کر دیں۔[۲]

ہر چندہ کی تحریک پر خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ برلن کی بیت الذکر کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی، تو حضور نے یہ اعلان فرمایا کہ یہ بیت صرف عورتوں کے چندہ سے بنے۔ شروع میں پچاس ہزار روپے چندہ کی تحریک کی گئی جو بعد میں بڑھتی ہوئی ضروریات کے ساتھ اسی ہزار تک پہنچ گیا۔ اس عمارت کے چندہ کیلئے عورتوں نے جو قربانیاں پیش کیں وہ بھی رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ جس اخلاص اور فدائیت کا نمونہ اس موقعہ پر خواتین نے دکھایا اس کی مثال کوئی اور قوم اپنی تاریخ میں پیش نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضور نے خطبہ جمعہ میں فرمایا :۔

"درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے...

... برلن میں (بیت الذکر) کے متعلق جو تحریک کی گئی ہے اس میں دیکھا گیا ہے کہ عورتوں نے اپنے اخلاص کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو کسی اور جگہ ہرگز نہیں مل سکتا۔"[۱]

اس تحریک کو ایک عجیب پھل جو لگا وہ یہ تھا کہ محض اس چندہ میں شامل ہونے کی غرض سے ایک سو کے قریب خواتین نے احمدیت قبول کر لی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایسا کرشمہ تھا جس نے مخالفین کو بھی حیرت میں ڈال دیا۔

بیگم ڈاکٹر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے جو نمونہ دکھایا وہ خود ڈاکٹر شفیع احمد صاحب کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں :۔

جمعہ کی نماز جماعت دہلی خاکسار کے دفتر میں پڑھتی ہے جو لب سڑک واقع ہے۔ گزشتہ جمعہ کو خطیب صاحب نے حضرت اقدس کا خطبہ جمعہ جو الفضل میں چھپا ہوا تھا سنایا۔ یہاں سوائے میری اہلیہ کے تمام مرد تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ بعد نماز بیگم سے کہوں گا کہ مسجد کے لئے اپنی پازیب دے دیں کہ اتنے میں دروازہ کی کھٹکھٹاہٹ میرے کان میں آئی اور میں گھر میں گیا جہاں وہ مصلیٰ پر بیٹھی خطبہ سن رہی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کچھ بات نہیں کی اور اپنے گلے سے پنج لڑا طلائی ہار جو غالباً ۳۰۰ روپے کا تھا مجھے دے دیا۔ جو میں نے اسی وقت خطیب صاحب کو لا کر دے دیا۔[۲]

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے

---

[۱] تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۳۴۷۔
[۲] تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ ۶۰۔

[۱] تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ ۹۹۔
[۲] تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ ۹۵۔

ہیں :-

جب تقسیم ملک ہوئی اور ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے تو جالندھر کی ایک احمدی عورت مجھے ملنے آئی ۔ رتن باغ میں ہم مقیم تھے ...... وہیں آ کر وہ ملی اور اپنا سارا زیور نکال کر کہنے لگی کہ حضور! میرا یہ زیور چندہ میں لے لیں ۔ مَیں نے کہا ۔ بی بی! عورتوں کو زیور کا بہت خیال ہوتا ہے ، تمہارے سارے زیور سکھوں نے لُوٹ لیئے ہیں یہی ایک زیور تمہارے پاس بچا ہے تم اسے اپنے پاس رکھو ۔ اس پر اس نے کہا ۔ حضور! جب مَیں ہندوستان سے چلی تھی تو مَیں نے عہد کیا تھا کہ اگر مَیں امن سے لاہور پہنچ گئی تو مَیں اپنا یہ زیور چندہ میں دے دوں گی ۔ آپ مجھے اِسے اپنے پاس رکھنے پر مجبور نہ کریں ۔ چنانچہ اس عورت نے اپنا زیور چندہ میں دے دیا ۔[1]

ایک نادار لیکن مخلص خاتون کا ذکر لجنہ کی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جس کا ذکر حضرت مصلح موعود نے یوں فرمایا :-

ایک پٹھان عورت جو نہایت مسکین ہے اور اپنے ملک کے ..... مظالم سے تنگ آ کر قادیان ہجرت کر آئی ہے اور جو بوجہ ضعف کے سوٹا لے کر مشکل سے چل سکتی ہے ۔ اُس نے دو ۲ روپے چندہ دیا ۔ ایک اَور پٹھان عورت جو نہایت ضعیف ہے اور چلتے وقت بالکل پاس پاس قدم رکھتی ہے میرے پاس آئی اور اس نے دو ۲ روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے ۔ ..... اس کی زبان پشتو ہے ۔ اور وہ اردو کے چند لفظ ہی بول سکتی ہے ۔ اپنی ٹوٹی ہوئی زبان میں اپنے ایک ایک کپڑے کو ہاتھ لگا کر کہنا شروع کیا کہ دوپٹہ دفتر کا ہے ۔ یہ پاجامہ دفتر کا ہے ۔ یہ جُوتی دفتر کی ہے ۔ میرا قرآن بھی دفتر کا ہے ۔ یعنی میرے پاس کچھ نہیں ، میری ہر ایک چیز بیت المال سے مجھ کو ملی ہے ۔ اس کا ایک ایک لفظ ، ایک ایک حرف میرے دل پر نشتر کا کام کر رہا تھا ۔ دوسری طرف میرا دل اس محسن کے احسان کو یاد کر کے جس نے ایک مُردہ قوم میں سے ایسی زندہ اور سرسبز روحیں پیدا کر دیں شکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہو رہا تھا ۔ اور میرے اندر سے یہ آواز آ رہی تھی ۔ خدایا تیرا (فرستادہ) کس شان کا تھا جس نے اِن پٹھانوں کی ....... اِس طرح کایا پلٹ دی کہ وہ تیرے دین کے لیئے اپنے ملک اور اپنے عزیز اور اپنے مال قربان کر دینے کو ایک نعمت سمجھتے ہیں ۔[2]

ایک نہایت ہی غریب وضعیف بیوہ جو پٹھان اور مہاجر تھی اور سوٹی لے کر بمشکل چل سکتی تھی خود چل کر آئی اور حضور کی خدمت میں دو روپے پیش کر دیئے ۔ یہ عورت بہت غریب تھی ۔ اس نے دو چار مرغیاں رکھی ہوئی تھیں جن کے انڈے فروخت کر کے اپنی کچھ ضروریات پوری کیا کرتی تھی اور دفتر کی امداد پر اس کا گزارہ چلتا تھا ۔

ایک پنجابی بیوہ عورت نے جس کے پاس زیور کے سوا کچھ نہ تھا اپنا ایک زیور بیت الذکر کے لیئے دیا ۔ ایک اَور بیوہ عورت جو کئی یتیم بچوں کو پال رہی تھی اور زیور اور مال میں سے کچھ بھی پیش کرنے کے لیئے موجود نہ تھے اپنے استعمال کے برتن ہی چندہ میں دے دیئے ۔

ایک خاتون نے اپنا زیور چندہ میں دے دیا تھا ۔ دوبارہ گھر گئی کہ بعض برتن بھی لا کر حاضر کر دوں ۔ اس کے

---

[1] الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ ۱۷

[2] تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ ۹

خاوند نے کہا کہ تو زیور دے چکی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس قدر جوش پیدا ہو رہا ہے کہ اگر خدا اس کے دین اور اس کے رسول کے لئے ضرورت پیش آئے (اور ایسا ممکن اور جائز ہو) تو میں تجھے بھی فروخت کر کے چندہ میں دے دوں۔ یہ الفاظ گو ہرگز قابلِ تعریف نہیں تھے۔ نہ شرعاً نہ اخلاقاً مگر اس سے اس جوش کا ضرور اندازہ ہو سکتا ہے جس نے ایک غیر تعلیمیافتہ عورت کا جذبۂ فدائیت ان الفاظ میں ظاہر کر دیا۔

ایک بھاگلپوری دوست کی بیوی دو بکریاں لئے الدار میں پہنچی اور کہا کہ ہمارے گھر میں ان کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ یہی دو بکریاں ہیں جو قبول کی جائیں۔[1]

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اپنے زیور پیش کر رہی ہے۔ حضور فرماتے تھے کہ اس کی مالی حالت ایسی ہے کہ اس سے پوری قربانی نہیں لینی چاہیئے۔ حضور انکار کر رہے تھے۔ اور روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس قدر زار زار روئی کہ حضور میں نہیں جاؤں گی جب تک مجھ سے قبول نہ کر لیں۔ آخر مجبور ہو کر حضور کو وہ زیور خدمتِ دین کے لئے قبول کرنا پڑے۔ یہ ایسا حیرت انگیز وقت تھا کہ بچپن کے باوجود دل پر ہمیشہ کے لئے ایسا رقم ہوا، ایسا لکھا گیا گہرے حروف میں کہ جس طرح چیز کھودی جاتی ہے اور ان مٹ نشان بن گیا۔[2]

پھر فرمایا:۔

ایک چھوٹی بچی کا بڑا پیارا خط آیا۔ لکھتی ہے کہ ایک کیسٹ چل رہی تھی جس میں آپ عورتوں کی قربانیوں کے واقعات بیان کر رہے تھے۔ وہ کہتی ہے میرے دل میں عجیب تڑپ اٹھی اور میں نے اپنی ماں کو کہا کہ امی آپ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا؟ یہ کہتے کہتے میری نظر اٹھی تو دیکھا ماں اپنی بالیاں اتار رہی ہے۔ اس وقت مجھے خیال آیا میں نے اپنی ماں پر بدظنی کی تھی۔ صرف وہی بالیاں اس کے پاس تھیں۔ ادھر بیٹی کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی اُدھر ماں کے ہاتھ پہلے ہی بالیوں پر اُٹھ چکے تھے۔[1]

ایک دلچسپ واقعہ احمدی خاتون کی ذہانت کا ہے جو احمدیت سے باہر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ خاص احمدیت کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے واقعات رونما فرما رہا ہے۔ ضلع شیخوپورہ کی ایک خاتون اپنے خاوند کے ساتھ موٹر میں اپنے گاؤں کی طرف آرہی تھی کہ راستہ میں کار کو ڈاکوؤں نے روک لیا۔ اس سے پہلے وہ کئی بسیں اور کاریں لوٹ چکے تھے۔ انہوں نے جلدی سے ایک آدھ چیز یعنی زیور اتار کر قدموں میں پیچھے پھینک دیئے۔ لیکن اتنی دیر میں ڈاکو نظر ڈال چکے تھے۔ انہوں نے کہا ہرگز کوئی حرکت نہیں کرنی سارا زیور دے دو۔ وہ سارا زیور اُن کا لوٹ کر چل پڑے۔ انہوں نے خاوند سے کہا کہ ڈاکوؤں سے تو یہ زیور واپس نہیں مل سکتا۔ صرف ایک ترکیب ہے وہ یہ کہ جو بچا ہوا ہے وہ خدا کی راہ میں دے دوں پھر اللہ اس کی واپسی کا انتظام کر دے گا۔ چنانچہ وہ زیور لے کر دوڑی دوڑی ربوہ آئیں

---

[1] تاریخ احمدیت جلد ۵ صـ ۳۷۷۔
[2] روزنامہ الفضل ربوہ ۷ نومبر ۱۹۸۲ء صـ ۳

---

[1] خطبہ جمعہ ۹ نومبر ۱۹۸۴ء

اور کہا کہ اس کو صد سالہ جوبلی فنڈ میں میری طرف سے لے لیں۔ اس کے سوا رستہ ہی کوئی نہیں کہ میرا زیور واپس ملے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر اندر وہ ڈاکو پکڑے گئے اور ان کا زیور مل گیا۔[1]

ہالینڈ کے ایک مخلص نوجوان عمر نام تھے۔ اُن کی آمد کوئی زیادہ نہیں مگر چندوں میں اس قدر باقاعدہ تھے کہ اکثر اپنے چندے پیشگی ادا کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں اپنی ملازمت سے نوٹس مل گیا۔ ایک غریب آدمی کے لئے ایسا وقت بہرحال پریشان کن ہوتا ہے۔ مگر اُن کا اخلاص اس قسم کا تھا کہ انہوں نے اپنی تھوڑی سی جمع شدہ پونجی میں سے چار ماہ کا چندہ پیشگی ادا کر دیا تا ایسا نہ ہو کہ کام نہ مل سکنے کے نتیجہ میں اُن کے حالات چندہ پر اثر انداز ہوں۔[2]

مشرقی جاوا کے پہلے احمدی مانکووی آسترو ۷۰ سال کی عمر میں دن رات دعوت الی اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے بے حد عشق تھا۔ انہوں نے بیت الذکر سروبایا کے لئے نہ صرف اپنی زمین وقف کر دی بلکہ اس کی تعمیر کے لئے رقم بھی مہیا کی۔ جماعتی چندوں میں بھی بہت باقاعدہ اور جماعتی کاموں میں بہت سرگرم تھے۔[3]

۱۹۸۳ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے امریکہ میں پانچ نئے مشن ہاؤسز تعمیر کرنے کے لئے احباب جماعت کو تحریک کی۔ اس ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے

لاس اینجلس کے مشن ہاؤس کی تعمیر کا پورا خرچہ یعنی ۵ لاکھ ڈالر تو سان فرانسسکو امریکہ کے ایک نہایت مخلص دوست مکرم ظفر قریشی صاحب اور ان کی اہلیہ طاہرہ قریشی صاحبہ نے قبول کر لیا۔[4]

گی آنا کے مشہور شہر نیو ایمسٹرڈیم میں جماعت کے پاس کوئی بیت الذکر و مشن ہاؤس نہیں تھا۔ اس مقصد کے لئے ایک احمدی خاتون شاہدہ اسماعیل نے اپنا دو منزلہ مکان جو قلب شہر میں نہایت موزوں جگہ واقع تھا۔ مالیتی ۳۵ ہزار گی آنا ڈالر جماعت کو ہبہ کر دیا اور چابیاں حوالے کر دیں۔[5]

کینیڈا کے ایک احمدی نے نئے مشن ہاؤسز و بیوت الذکر کے لئے ۵ ہزار ڈالر کا وعدہ کیا۔ گھر آئے تو بیگم نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی مقروض ہیں یہ رقم کہاں سے آئیگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کے لئے دینا ہے اسی پر توکّل کر کے وعدہ کیا ہے اور وہی دے گا۔ چنانچہ چند روز بعد ہی انہیں کمپنی والوں نے کہا کہ اگر وہ گارنٹی دیں کہ ۱½ سال ان کے ساتھ کام کریں گے تو انہیں ۱۵ ہزار ڈالر زائد ملیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین ہفتہ کے اندر تین گنا رقم دینے کا انتظام فرما دیا۔[6]

ایک دوست کو کینیڈا گئے ایک سال ہوا تھا۔ گھر میں ابھی ضرورت کی اشیاء بھی نہیں تھیں۔ بچے نیچے فرش پر سوتے تھے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال سمیت ۵ ہزار ڈالر کا وعدہ کیا۔ چند دنوں بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام

---

[1] الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۸۴ء صہ۶۔
[2] تاریخ احمدیت جلد ۱۲ صہ۲۱۴۔
[3] تاریخ احمدیت جلد ۹ صہ۲۱۰۔
[4] الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۸۳ء صہ۱
[5] الفضل یکم اگست ۱۹۸۳ء صہ۱۔
[6] الفضل ۱۵ اگست ۱۹۸۳ء

کر دیا کہ جس یونیورسٹی میں وہ پڑھاتے تھے وہاں کا ایک پروفیسر بیمار ہو گیا اور اس نے کہا کہ میری جگہ پر اگر یہ احمدی دوست پڑھائیں تو مجھے اطمینان رہے گا۔ اور طلباء کا نقصان بھی نہیں ہو گا۔ چنانچہ ان کی جگہ پڑھانے پر اس دوست کو ٹھیک اتنے ڈالرز (۵ ہزار) مل گئے۔ جتنا انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ گویا خدا تعالیٰ نے وعدہ جتنی رقم کا انتظام ساتھ ہی فرما دیا[1]

الحاج عبدالعزیز صاحب (نیشنل صدر جماعتِ احمدیہ نائیجیریا) تک جب ۱۹۷۴ء میں صد سالہ جوبلی فنڈ کی تحریک پہنچی تو انہوں نے بھی وعدہ لکھوا دیا۔ اسی دوران جبکہ وعدہ کی ادائیگی ابھی نہیں ہوئی تھی انہیں دردِ گردہ کی تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ جب انہیں آپریشن تھیٹر میں لے جایا جانے لگا تو انہوں نے مربی سلسلہ سے کہا کہ میں نے وصیت کر دی ہے کہ اگر میں آپریشن ٹیبل پر ہی فوت ہو جاؤں تو سب سے پہلے میرے ترکہ سے جوبلی کا چندہ ادا کیا جائے۔ اور پھر باقی ترکہ تقسیم ہو۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے[2]

---

[1] الفضل ۱۱ اگست ۱۹۸۳ء - [2] درثمین

# داغِ ہجراں

(جناب منصور احمد منصور - کرنڈی)

کیا بھلا پائیں گے وہ جو کچھ بھی کھو سکتے نہیں
اک ذرا سا داغِ ہجراں بھی تو دھو سکتے نہیں
ہجر کے صدمے اُٹھانے ہی پڑیں گے تب تلک
رات کے پچھلے پہر گر اُٹھ کے رو سکتے نہیں
ضبط لازم ہی سہی پر غم رسیدہ ساتھیو!
اس قدر بھی تو نہیں! دامن بھگو سکتے نہیں
کس طرح یہ کٹ سکے گی تم سے یوں فصلِ نجات
کس طرح پھوٹیں گے سوتے اَپنا بیج بو سکتے نہیں
آؤ جھٹلائیں انہیں منصور دکھلائیں انہیں
وہ جو کہتے ہیں کہ ہم کانٹوں پہ سو سکتے نہیں
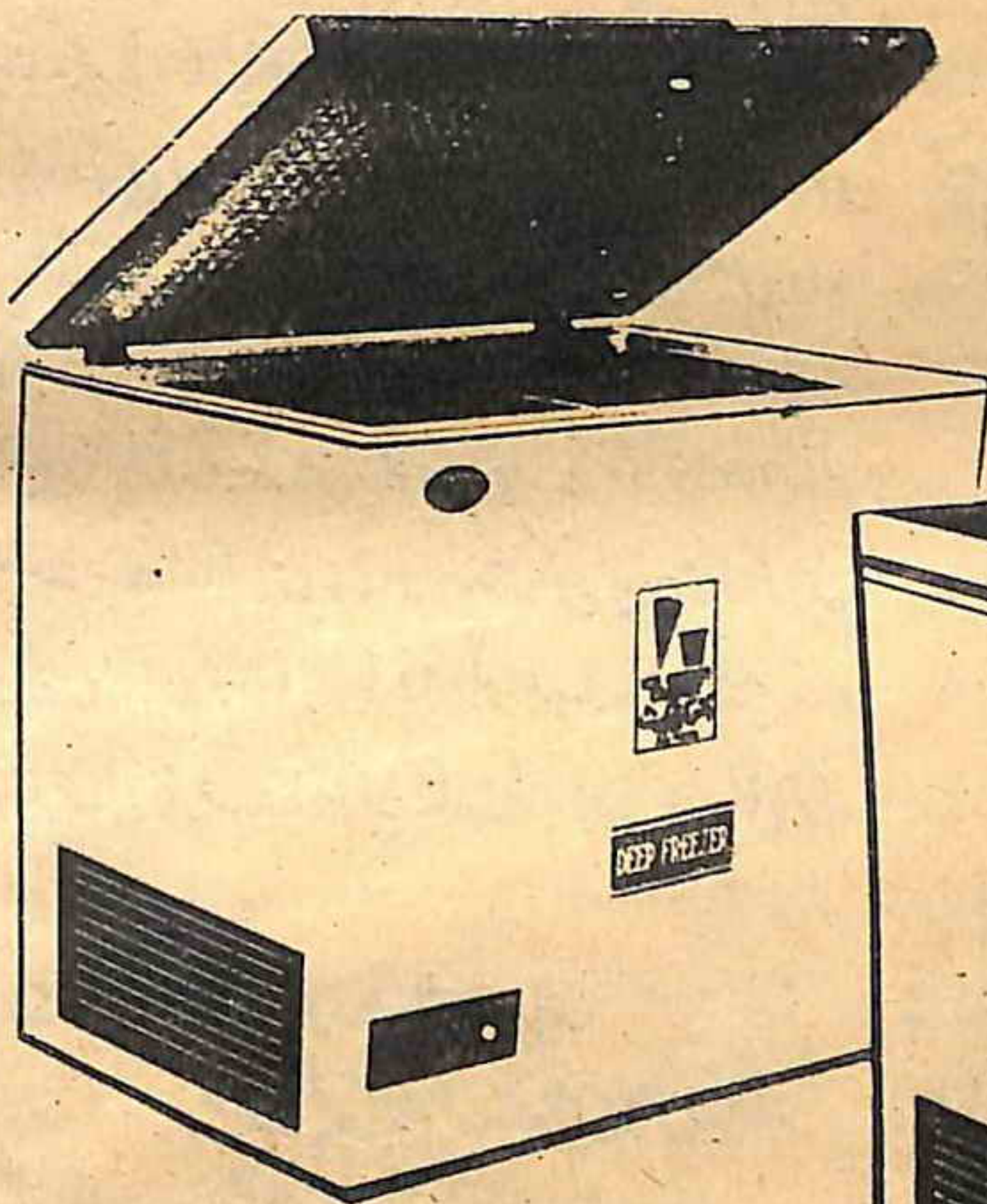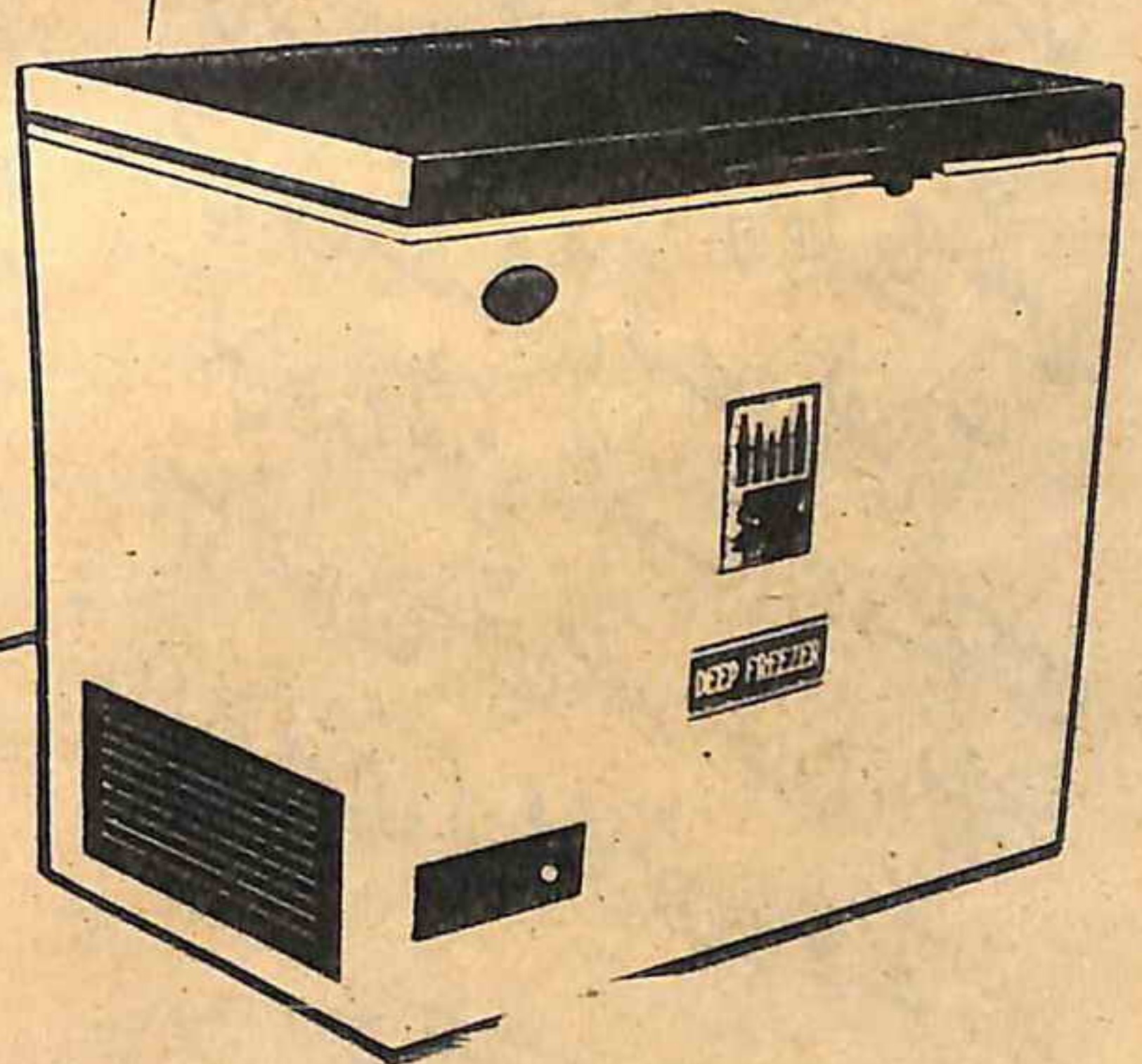
طب و صحت

# غذائیں اور اُن کا مزاج

ایک مشہور قول ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ مریض چونکہ غذاؤں کے مزاج سے واقف نہیں ہوتا، وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کھائے اور کیا نہ کھائے۔ ہم ایسے حضرات کے لیئے ذیل میں ایک چارٹ غذاؤں کے متعلق تحریر کر رہے ہیں:۔

## ثقیل اور بادی اشیاء کی تعریف

دیر سے ہضم ہوں اور طبیعت میں گرانی اور ناگواری پیدا کریں۔ ان غذاؤں میں آلو، گوبھی، بینگن، چاول، چنے کی دال، ماش کی دال، اروی، گائے کا گوشت و کباب وغیرہ شامل ہیں۔

## گرم اشیاء کی تعریف:

جن میں غذائی حرارے بہت زیادہ ہوں اور ان سے جسم میں قوت اور حرارت پیدا ہوتی ہو۔ ان میں انڈا، مرغ، مچھلی، گڑ اور خشک میوے شامل ہیں۔

## سرد اشیاء کی تعریف:

جو جسم میں زائد حرارت کو زائل کریں یا طبعی حرارت کو کم کریں۔ ان غذاؤں میں دیسی ٹینڈا، توری، ہرا گھیا، میٹھا گھیا، پالک اور دیگر ٹھنڈی ترکاریاں اور پھل شامل ہیں۔

## ترش اشیاء کی تعریف:

جو معدہ میں تیزابیت کو زائد کریں اور ذائقہ میں ترش ہوں۔ ان غذاؤں میں لیموں، اچار، کھٹائی، ترش پھل اور ترش میوے شامل ہیں۔

## محرک اور تیز اشیاء کی تعریف:

جو جسم میں حرارت اور تحریک پیدا کریں۔ ان غذاؤں میں گرم مصالحے، سرکہ، سم الفار شامل ہیں۔

## زود ہضم اشیاء:

جو کہ جلد ہضم ہوں۔ معدہ پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ زود ہضم غذائیں جلد ہضم ہو جاتی ہیں۔ ان میں کھچڑی، دلیا، توس، ساگو دانہ، رس، شوربا چپاتی وغیرہ شامل ہیں۔

# پھل اور انسانی صحت

**سیب** اس میں فولاد اور فاسفورس بہت زیادہ ہوتا ہے، اس لیئے دماغ کی رگوں اور ہڈیوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ زود ہضم، مشتہی اور مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔

**آم** یہ نہایت لذیذ اور مقبول پھل ہے۔ اس میں کئی قسم کے حیاتین کا وافر ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ اعضائے رئیسہ، معدہ، گردہ و مثانہ کو قوت دیتا ہے۔ مقوی باہ ہے۔ آم کھانے کے بعد دودھ پینا اس کی حدت کو کم کرتا ہے۔

**کیلا** یہ زود ہضم، خوش ذائقہ، مقوی دماغ ہے۔ اس میں کئی قسم کی حیاتین ہوتی ہیں۔ پختہ کیلا مبرّد و مسمن بدن اور ملیّن ہے۔ پیچش دور کرنے کے لئے مفید ہے۔

**سنگترہ** فرحت بخش اور لذیذ ہے۔ یہ خون صاف کرتا ہے، دل اور معدہ کو تقویت دیتا ہے، قے اور پیاس کو دور کرتا ہے۔ اس کا رس تمام صفراوی امراض میں مفید ہے۔

**انار** یہ مفرح ہے۔ تازہ اور عمدہ خون پیدا کرتا ہے پیاس بجھاتا ہے اور تپش دور کرتا ہے۔ بخار اور پیچش کے لئے نہایت مفید ہے۔

**انگور** پختہ انگور بہت قوت بخش ہوتے ہیں اور بدن کو فربہ کرتے ہیں۔ ان میں حیاتین وافر ہوتی ہیں۔

**ناریل** تازہ ناریل صفراوی امراض کے لئے مفید ہوتا ہے لیکن خشک ناریل دیر ہضم اور مولد خون ہوتا ہے۔ ناریل کا پانی لذیذ، مبرّد، مفرح اور زود ہضم ہوتا ہے۔

**انجیر** اس میں فولاد پایا جاتا ہے۔ یہ قبض کشا ہے۔

## سبزیاں اور انسانی صحت

**آلو:** اس میں بیشتر نشاستہ اور پانی ہوتا ہے اور حیاتین ا۔ ب۔ ج وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ یہ دانتوں کا محافظ ہے۔

**گاجر:** اس میں اجزائے شکریہ و نشائیہ، چونا، فاسفورس، فولاد اور متعدد حیاتین ہوتے ہیں۔ یہ مانع سکوری ہے۔

**شلغم:** اس میں حیاتین ا۔ ب۔ ج ہوتی ہیں۔ عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ قبض دور کرتا ہے۔ یہ زود ہضم اور جسم کی پرورش کرتا ہے۔

**پیاز:** یہ محلّل ریاح، مدر بول و حیض، سُدہ کھولنے والا، ہاضم اور بھوک لگانے والا ہے۔

**ٹماٹر:** اس میں کئی قسم کی حیاتین اور معدنی نمکیات ہوتے ہیں۔ یہ دانتوں کی حفاظت کرتا ہے۔

**پالک:** زود ہضم، قبض کشا ہے۔ اس میں چونا اور فولاد ہوتا ہے۔ اس لیے مولدِ خون اور مقوی جگر ہے۔

**گوبھی:** اس میں کئی قسم کے حیاتین ہوتے ہیں۔ یہ مانع سکروی ہے۔

**کریلا:** مخرج بلغم ہے۔ فالج، نقرس اور ذیابیطس میں مفید ہے۔

**بھنڈی:** دافع صفراء اور مغلظ ہے پیچش کو دور کرتی ہے۔

**ٹینڈے:** حرارت کو اعتدال پر لاتے ہیں۔ جسم کی خشکی اور کمزوری کو دور کر کے جسم کو فربہ کرتے ہیں۔

**حلوہ کدو:** قبض کشا، پیاس بجھاتا اور مقوی دل و دماغ ہے۔

---

زندگی میں پھول ملتے ہیں ضرور
آپ اگر بھاگیں نہ یوں کانٹوں سے

# محترم مولانا محمد یار صاحب عارف

## جیّد عالم، سحر طراز مقرّر

(تحریر: مکرم یوسف سہیل شوق صاحب)

حضرت مولانا محمد یار صاحب عارف جماعت احمدیہ کے ان نامور اور جیّد علمائے کرام میں سے تھے جنہوں نے اپنے وقت میں اپنی خطابت اور اپنے علم سے ایک عالم کو اسیر کیے رکھا۔ آپ نے خدمتِ دین میں جو ایک لمبی عمر گزاری اس کا تذکرہ تو بہت طویل ہے اِس نشست میں آپ کی زندگی کے بعض اہم ادوار کی طرف اشارۃً ذکر مقصود ہے۔

زندگی کے ابتدائی ایام میں آپ جب مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے تو آپ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی سرپرستی نصیب ہوئی۔ آپ نے اِس ضمن میں خود تحریر فرمایا:-

"اس وقت مدرسہ احمدیہ کے افسر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ..... تھے اور والد صاحب مرحوم (حضرت چوہدری غلام حسین صاحب مرحوم۔ ناقل) حضرت (بانی سلسلہ) کے خاندان کے چھوٹے بڑے ہر فرد سے اپنی محبت کی وجہ سے بہت جلد متعارف ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مجھے حضرت میاں صاحب کے سپرد کیا گیا اور غالباً دفتر محاسب میں خرچہ جمع کرایا لیکن ہیں حضرت میاں صاحب

کا مجھے علم نہ تھا۔" (الفضل ۲۸ جون ۱۹۸۰ء)

حضرت مصلح موعود نے حضرت مولوی صاحب مرحوم و مغفور کو جولائی ۱۹۳۱ء میں انگلستان بھیجا جہاں پر آپ بطور مربی سلسلہ ۱۹۳۵ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ لندن میں برصغیر پاک و ہند کے آئینی مسائل کے حل کے لیے تین گول میز کانفرنسیں نومبر ۱۹۳۰ء تا دسمبر ۱۹۳۲ء منعقد ہوئیں۔ ان کانفرنسوں میں جماعت احمدیہ لندن کا مشن مسلمانوں کی پوری پوری تائید و حمایت کے لیے کمربستہ تھا۔ مربی سلسلہ خانصاحب مولوی فرزند علی خان صاحب اور پھر حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب بطور خاص مسلمانانِ ہند کے حقوق کے لئے بھاگ دوڑ کرتے رہتے تھے۔ حضرت مولوی محمد یار صاحب عارف بیت الفضل کے نائب امام تھے۔ چنانچہ ان ہنگامہ خیز لمحات میں جو تاریخ پاکستان کے اہم موڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو بھی بعض اہم سیاسی لیڈروں سے ملاقات کا موقع ملا۔ اِس بارے میں آپ نے لکھا۔

"خاکسار کے لندن میں بطور مربی سلسلہ قیام کے دوران ..... یہ عاجز خادم حضرت فضل عمر کے ارشاد پر ہندوستان کی چوٹی کی

شخصیات جناب قائد اعظم، گاندھی جی، علامہ اقبال اور سر آغا خان سے ملتا رہا اور ہندوستان کی آئینی جدو جہد کے تاریخ ساز لمحات میں اہم گفتگوؤں میں شامل ہوتا رہا ۔۔۔۔“

(ماہنامہ انصار اللہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۱۶۶)

**مباحثے**

برصغیر کی مذہبی تاریخ کا ایک اہم اور نہایت زوردار پہلو مباحثوں اور مناظروں کا انعقاد تھا جو قیام پاکستان کے بعد ختم ہو کر رہ گیا۔ حضرت مولوی محمد یار صاحب عارف مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے خطابت کا غیر معمولی وصف عطا فرمایا تھا۔ آواز دبنگ اور پُرشوکت تھی اور تلاوتِ قرآن کریم میں خاص جذب اور سوز ہوتا تھا اس پر بھرپور اور ٹھوس علمی قابلیت مستزاد تھی۔ آپ نے ۱۹۲۰ء سے مباحثے کرنے شروع کئے۔ آپ کے ہمعصر مناظروں میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور حضرت مولانا ابو العطاء صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ تاریخ احمدیت کی مختلف جلدوں میں جن چند خاص مباحثات کا بیان کیا گیا ہے ان میں آپ کے کل ۱۵ مباحثوں کا ذکر ہے۔

کئی مباحثوں میں آپ کی غیر معمولی کارکردگی کا ریکارڈ بھی تاریخ احمدیت میں درج ہے۔ آپ کی تقاریر خاص توجہ کے ساتھ سُنی جاتی تھیں اور سُننے والوں پر بڑا گہرا اثر ہوتا تھا۔ جس کا مباحثات کے بعد پبلک کی طرف سے اقرار ہوتا تھا۔ کئی دفعہ مخالفین وقت ختم ہونے سے پہلے ہی سامان اُٹھا کر چل دیتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کی علمی قابلیت اور فنِ خطابت کے جادو کے ضمن میں ایک اور واقعہ بھی تاریخ احمدیت کے صفحات میں محفوظ ہے۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۵ء کو جماعت کی طرف سے آپ کو آریہ سماجی مندر ڈلہوزی میں منعقدہ ایک تقریب میں تقریر کے لئے بھیجا گیا۔ آپ کا عنوان تھا ”میرے مذہب میں خدا تعالیٰ کا تصوّر“ اس میں مختلف مذاہب کے لوگوں نے تقاریر کیں۔ حضرت مولوی صاحب کی ٹھوس علمی قابلیت نے جو رنگ جمایا اس کا اظہار یوں ہوا کہ تقریب کی آخری تقریر آریہ سماجی کی تھی جس نے عارف صاحب کی تقریر کا جواب دینے کی کوشش کی ہی تھی کہ یکدم خاموش ہو گیا اور باوجود صدر کے ہمّت دلانے کے کچھ نہ بول سکا اور نصف وقت بھی نہ ہوا تھا کہ بیٹھ گیا۔ (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء ص۶۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم ص۵۶۱)

اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ کی اُس غیر معمولی تائید و نصرت کا پتہ چلتا ہے جو احمدی مربی کے شاملِ حال رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نئے آنے والوں کو اسلاف کے نقوشِ قدم پر چل کر مزید عظیم تر فتح و نصرت کا مورد بنائے۔ آمین۔

---

## فوبیا ۔۔۔ بقیہ صفحہ ۵

دوستوں کے ساتھ اس کے بارے میں بات کرے۔ یا خود مذہبی تعلیمات کی روشنی میں بار بار اس واقعہ پر تنقید کرے۔ اس طرح اس پر صحتمند تنقید کرنے سے خوف کے جذبات زائل ہو جائیں گے۔ اور وہ واقعہ اس شخص کی شعوری زندگی کے ساتھ منسلک ہو جائے گا اور وہ فوبیا سے محفوظ ہو جائے گا۔

آپ اگر بھاگیں

# قرارداد تعزیت بر وفات محترم سیّد سیّد احمد صاحب ناصر

ہم ممبرانِ عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ محترم سیّد سیّد احمد صاحب ناصر ابن حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ناگہانی اور پُر درد وفات پر گہرے دلی صدمہ اور رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔

محترم سیّد صاحب نے ۱۵ رمارچ ۱۹۲۹ء کو قادیان میں تولّد کیا۔ نو عمری میں ہی والد ماجد کی رحلت کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۵۴ء میں ملازمت کے سلسلہ میں کینیا (مشرقی افریقہ) تشریف لے گئے اور طویل عرصہ وہاں مقیم رہے۔ وہاں عرصۂ اقامت کے دوران مختلف حیثیتوں میں جماعتی خدمات سرانجام دینے کی بھرپور توفیق پائی۔ ۱۹۵۸ء میں آپ کی شادی محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی سے ہوئی۔

۱۹۶۹ء میں کینیا سے مراجعت کے بعد بسلسلۂ ملازمت آپ نے راولپنڈی اور بعد میں کراچی میں اقامت اختیار فرمائی۔ حسبِ معمول کراچی میں بھی جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔ مرحوم قیامِ نماز کے لئے مقدور بھر سرگرم اور مستعد رہتے۔ نہ صرف خود نماز باجماعت کا تعہّد کرتے بلکہ دوسروں کو بھی نماز باجماعت کا عادی بناتے میں بڑی حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ کوشاں رہتے۔ چنانچہ اب بھی اُن کی رہائش گاہ مرکزِ نماز کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت اور تدبّر کا التزام رکھتے۔ ہر رمضان میں درسِ قرآن کریم کا اہتمام فرماتے تھے۔

۱۹۸۱ء میں پہلی بار آپ کو دل کا دورہ ہوا تھا۔ کئی دن تک حالت نازک رہی مگر اللہ تعالیٰ نے ازسرِ نو زندگی عطا فرمائی۔ اسی سلسلہ میں اگلے سال دل کا بائی پاس آپریشن بھی ہوا۔ مرحوم نہایت نفیس منکسر المزاج، ملنسار اور مرنجاں مرنج طبیعت رکھنے والے تھے۔ مہمان نوازی، فراخدلی اور عالی حوصلگی میں خاص مقام تھا۔ بڑے شفیق اور رحم دل تھے۔ بچّوں سے بطورِ خاص پیار اور اُنس تھا۔ اس نیک، متقی اور وفاشعار بندے کی قدرتِ ثانیہ سے گہری وابستگی اور دلی عقیدت کا تعلق رہا۔ مرحوم طبیعت کی نرمی اور انکسار کے باوجود عمدہ انتظامی قابلیّت رکھتے تھے۔ آپ پاک سوزوکی میں ملازم تھے اور ترقی کرتے کرتے سینئر مارکیٹنگ مینجر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کمپنی آپ کی قابل اور پُر استعداد خدمات کی معترف تھی۔ آج کل آپ اسی سلسلہ میں کمپنی کی دعوت پر جاپان کے دورہ پر تھے۔ مرحوم ۲۶ اکتوبر کو کراچی سے روانہ ہوئے تھے اور ٹوکیو میں ۲۸ اکتوبر بوقت صبح اچانک دل کا شدید حملہ ہوا۔ فوری طبّی امداد پہنچائی گئی مگر کارگر نہ ہوئی اور آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم موصی تھے اور بہشتی مقبرہ میں چار دیواری کے اندر تدفین کی سعادت ملی۔ آپ حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ کے بھائی تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ، تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں چھوڑی ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے سیّد طاہر احمد صاحب واقفِ زندگی ہیں اور جامعہ احمدیہ میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے ہیں۔ نیز عاملہ مرکزیہ مجلس خدام الاحمدیہ میں بطور مہتمم تحریک جدید خدمت سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت فرمائے اور دار الرضا میں داخل کرے۔ نیز پسماندگان اور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق دے اور اپنے آباء کے نیک نمونہ کو قائم رکھنے والے ہوں۔ آمین

"بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر"

ہم ہیں ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اسیرانِ راہِ مولیٰ

# جسے غیبی رزق ملتا رہا

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں پر مشتمل ایک جاسوسی مہم بھیجی۔ اور عاصم بن ثابت انصاری رضؓ کو ان کا سردار مقرر کیا۔ یہ پارٹی روانہ ہو کر جب ہُداۃ نامی مقام پر جو عسفان اور مکّہ کے درمیان ہے پہنچی تو بنو ہذیل کے ایک قبیلہ بنو لحیان کو اس پارٹی کی اطلاع مل گئی۔ انہوں نے ایک سَو تیرانداز ان مجاہدین کے تعاقب میں بھیجے جنہوں نے قدموں کے نشانات سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے ان کو جالیا۔ جب حضرت عاصم رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس تعاقب کا علم ہوُا تو انہوں نے ایک اونچی پہاڑی پر پناہ لی۔ تعاقب کرنے والوں نے اس پہاڑی کا محاصرہ کر لیا۔ اور آواز دی کہ تم سب نیچے اُتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تم سے پکّا وعدہ کرتے ہیں کہ کسی کو کچھ نہیں کہیں گے۔ حضرت عاصم رضؓ نے کہا میرے ساتھیو! مَیں تو ان کافروں کے وعدے کا اعتبار کر کے اپنے آپ کو ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ پھر حضرت عاصم رضؓ نے دعا مانگی۔ اے میرے خدا! تُو ان نازک حالات کی خبر اپنے نبیؐ پاک کو پہنچا دینا۔ بہرحال جب دشمن نے دیکھا کہ یہ محصور ان کے کہنے پر نہیں اُتریں گے تو اس نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ عاصم رضؓ اور ان کے کچھ ساتھی شہید ہو گئے۔ صرف تین آدمی اُن کے عہد و پیمان پر اعتبار کر کے نیچے اُتر آئے اور اپنے آپ کو اُن کے حوالے کر دیا۔ ان میں ایک حضرت خبیب رضؓ، دوسرے حضرت زید بن دثنہ رضؓ اور ایک اَور صحابی جن کا نام راوی کو یاد نہیں رہا۔ جب دشمن نے ان تینوں پر قابو پالیا تو اپنی کمانوں کی تانتوں سے ان کو باندھنے لگے۔ تو اس تیسرے صحابی رضؓ نے جس کا نام راوی کو یاد نہیں دشمن سے کہا یہ تمہاری پہلی غداری اور بدعہدی ہے۔ خدا کی قسم مَیں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا یہ شہید ہونے والے صحابہ میرے لئے اُسوہ اور نمونہ ہیں مَیں انہی کی راہ پر چلوں گا۔ دشمن نے اس صحابی کو گھسیٹا اور زبردستی اُسے ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن اس نے اُنکے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اُس کو شہید کر دیا اور خبیب رضؓ اور زید رضؓ کو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں مکّہ والوں کے پاس بیچ دیا۔ یہ واقعہ جنگِ بدر کے بعد کا ہے۔ حضرت خبیب رضؓ نے اس جنگ میں مکّہ کے ایک سردار حارث کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ اُس کا بدلہ لینے کے لیئے حارث کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضؓ کو خریدا۔ خبیب رضؓ ان کے پاس کافی عرصہ قید رہے۔ آخر انہوں نے انہیں شہید کر دینے کا فیصلہ کیا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت خبیب رضؓ نے حارث کی بیٹی سے زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے لیئے اُسترا مانگا۔ اُسترا اُن کے ہاتھ میں تھا کہ اُس عورت کا دُودھ پیتا بچہ گھسٹتا ہوُا اُنکے

پاس چلا گیا اور اُن کی گود میں جا کر بیٹھ گیا۔ حارث کی بیٹی نے جو دیکھا کہ اُس کا بیٹا خبیبؓ کی گود میں ہے تو وہ سخت گھبرا گئی جسے حضرت خبیبؓ نے بھانپ لیا اور کہا کیا تجھے ڈر ہے کہ میں اِس بچہ کو مار ڈالوں گا۔ اِس بُزدلی کے فعل کی مجھ سے امید نہ رکھو۔ بعد میں حارث کی بیٹی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہے خدا کی قسم مَیں نے خبیبؓ سے بہتر قیدی کوئی نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم مَیں نے ایک دن دیکھا کہ وہ انگوروں کا ایک خوشہ ہاتھ میں پکڑے کھا رہے ہیں حالانکہ وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور اُن دنوں مکّہ میں اس پھل کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا رزق تھا جو خبیب کو ملا۔ غرض جب حارث کے بیٹے خبیبؓ کو قتل کرنے مقتل میں لے گئے تو خبیبؓ نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی۔ خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا خدا کی قسم اگر تم یہ خیال نہ کرتے کہ مجھے قتل کے خوف سے گھبراہٹ ہے تو مَیں اَور زیادہ لمبی نماز پڑھتا۔ پھر حضرت خبیبؓ نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے خدا اِن لوگوں کو گِن رکھ اِن کو ایک ایک کرکے ذلّت کی موت مارنا اور کسی کو باقی نہ چھوڑنا۔ پھر خبیبؓ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے :-

”جب مَیں مسلمان ہونے کی حالت میں بے قصور قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اِس بات کی پرواہ نہیں کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے بعد مَیں کس پہلو گرتا ہوں۔ میرا مارا جانا خدا کی راہ میں اور اس کی رضا کی خاطر ہے اور اگر میرا خدا چاہے تو ان کٹے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے کیئے ہوئے جوڑوں پر اپنی برکت نازل فرمائے۔“

حضرت خبیبؓ ہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے گرفتار ہو کر ظلماً مارے جانے والے مسلمانوں کے لیئے نماز پڑھنے کی سُنّت جاری کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر اپنے صحابہؓ کو اِس سارے دردناک واقعہ کی اُسی دن خبر دے دی تھی جس دن اس مہم میں شریک صحابی شہید ہوئے تھے۔ اِس واقعہ میں ایک یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ قریش کو جب معلوم ہُوا کہ حضرت عاصمؓ شہید ہو گئے ہیں تو کچھ لوگ اُن کی نعش یا اس کا کوئی حصّہ اُٹھانے کے لیئے وہاں گئے حضرت عاصمؓ نے قریش کے ایک بڑے سردار کو جنگِ بدر میں قتل کیا تھا۔ اور اس غصہ میں قریش حضرت عاصمؓ کی نعش کی بے حرمتی کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عاصمؓ کی حفاظت کیلئے سایہ کی مانند کثرت کے ساتھ شہد کی مکھیاں یا بھڑیں بھیج دیں جنہوں نے نعش کی بے حرمتی کی نیّت سے آنے والوں کو کاٹ کھایا اور نعش کے قریب نہ پہنچنے دیا اور وہ خائب و خاسر ناکام واپس لوٹنے پر مجبور ہو گئے ؎

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

سر کو ہی سنگِ دَر بنانا ہے
سر کو اس دَر پہ سوچ کر رکھنا
رہِ جاناں ہے سب نشیب و فراز
ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا
ہنس کے ہر ظلم سہہ لیا ہم نے
کام آیا ہمیں جگر رکھنا

(عبدالمنان ناہید)

بشارات

# حفاظت و نصرت الٰہی کا وعدہ

سیّدنا امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ نے ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء کو ناصر آباد سندھ میں خطبہ جمعہ کے دوران اپنے تین رؤیا بیان فرمائے جو درج ذیل ہیں۔ (ادارہ)

حضور نے فرمایا :-

"پرسوں رات اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے تین مبشّر رؤیا دکھائے جو جماعت کے حق بہت ہی مبشّر اور مبارک ہیں۔ مختصر نظارے تھے لیکن یکے بعد دیگرے ایک ہی رات میں یہ تین نظارے دیکھے۔ اور اس مضمون کو زیادہ قوّت دینے کے لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت کے لئے خوشخبری ہے ایک عجیب واقعہ ہوا کہ میرے ساتھ کے کمرہ میں عزیزم مرزا لقمان احمد سوتے ہیں، وہ جب صبح نماز کے لئے اُٹھے تو اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بڑے زور سے القاء کیا کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھے کچھ خوشخبری دی ہے تو اُن کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میں پوچھوں کہ رات کیا بات ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ نے خاص طور پر خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ پس بیک وقت یہ دونوں باتیں مزید اس بات کو یقین میں بدل دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے ساتھ خاص نصرت اور حفاظت کا معاملہ فرمائے گا۔

میں نے پہلی رؤیا میں یہ دیکھا کہ ایک برآمدہ میں ایک مجلس لگی ہوئی ہے جس میں حضرت (مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ) کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ دوسرے احمدی احباب کرسیوں پر بیٹھے آپ کی باتیں سُن رہے ہیں میں بھی اس مجلس میں جاتا ہوں تو خواب میں مجھے کوئی تعجب نہیں ہوتا بلکہ یہ علم ہے کہ اس وقت میں (امام جماعت) ہوں۔ اور یہ بھی علم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس بات میں آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ یعنی ذہن میں یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ فوت شدہ ہیں اس نظارے سے طبیعت میں کسی قسم کا کوئی تردّد پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب آپ کی مجھ پر نظر پڑتی ہے تو ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص جس کا چہرہ میں پہچانتا نہیں اور اُن کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہیں لیکن میں اُن کے نام نہیں جانتا لیکن آپ کے قریب جو آدمی بیٹھا ہوا ہے اُس کو اشارہ سے فرماتے ہیں کہ کرسی خالی کرو اور مجھے پاس بٹھا کر مصافحہ کرتے ہیں اور میرے ہاتھ کو اُسی طرح بوسہ دیتے ہیں جس طرح کوئی (امام) وقت کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور مجھے اس سے شرمندگی ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تم (امام جماعت) ہو

لیکن طبیعت میں سخت شرم محسوس ہوتی ہے اور انکسار پیدا ہوتا ہے۔ مَیں فوراً آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں تو آپ یہ بتانے کے لئے کہ میرا بوسہ باقی رہے گا تمہارے بوسے سے' یہ (CANCEL) منسوخ نہیں ہوتا دوبارہ میرے ہاتھ کو کھینچ کر پھر بوسہ دیتے ہیں اور پھر مَیں محسوس کرتا ہوں کہ اب تو اگر مَیں نے یہ سلسلہ شروع کر دیا تو ختم نہیں ہو گا۔ اسلئے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ مَیں اصرار بند کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے فرماتے ہیں کہ اب تو تم (امامت) کا پوری طرح چارج لے لو اب مجھے رخصت کرو یعنی میرے ساتھ رہنے کی اب ضرورت کیا ہے۔ تو مَیں کہتا ہوں کہ اس میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ امامت کوئی شریکا نہیں۔ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں کسی قسم کا حسد یا مقابلہ ہو بلکہ یہ ایک نعمت ہے اور انعام ہے۔ مَیں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ صاحبِ انعام لوگوں میں آپس میں محبت ہوتی اور پیار کا تعلق ہوتا ہے اور کسی قسم کا حسد یا مقابلہ نہیں ہوتا۔ تو یہ مفہوم مَیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ تو یہ نظارہ ختم ہو جاتا ہے۔



ہاں ایک اَور بات بھی آپ نے مجھے خواب میں کہی جو مبارک ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مَیں نے ایک بات کہی ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کے حق میں اچھی ہو گی۔ اس کے بعد یہ نظارہ ختم ہو گیا۔

. . . . . . . . . . . .

کچھ دیر کے بعد اسی رات خواب میں یہ چھوٹا سا نظارہ دیکھا ہے کہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم جو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی صاحبزادی اور ہماری پھوپھی ہیں وہ میرے گھر میں داخل ہو رہی ہیں اور اس کے سوا اَور کوئی نظارہ نہیں ہے صرف مَیں اُن کو گھر میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں اور خواب ختم ہو جاتی ہے۔

تیسری خواب یہ دیکھی کہ ایک میز چُنی ہوئی ہے اور اُس پر ہم کھانا کھا رہے ہیں اور میری دائیں جانب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم بیٹھی ہوئی ہیں اور بڑے خاص پیار اور محبت کے ساتھ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہیں۔

پس یہ تینوں خوابیں جو اُوپر تلے نظر آئیں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کی طرف دلالت کر رہی ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت کو غیر معمولی نصرت بھی عطا فرمائے گا اور اگر کچھ حالات مخدوش ہوئے تو خدا خود ہماری حفاظت بھی فرمائے گا اور ہمیں کسی غیر کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور پھر انجام میں خدا تعالیٰ ایک دعوت دکھاتا ہے۔ اور نواب مبارکہ بیگم جن کے متعلق الہاماً خدا نے فرمایا تھا کہ "مَینوں کوئی نہیں کہہ سکدا ایسی آئی جنّیں ایہہ مصیبت پائی"۔ یہ الہام حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کو پنجابی میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم کے متعلق ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ نام بھی مبارک ہے اور ان کی معیت بھی مبارک ہے۔ اور کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ آئیں اور کوئی مصیبت ساتھ باقی رہے۔ ان کے آنے سے مصیبتیں ٹل جائیں گی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔

پس معنوی لحاظ سے بھی اور الہامات کی روشنی میں بھی یہ خوابیں اور پھر جس ترتیب میں آئی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی مبارک ہیں۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ جلد جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ جماعت کو غیر معمولی تائیدی نشان دکھائے گا"

(الفضل ۲۳ اپریل ۱۹۸۴ء)

ایک ایسی غذا جس میں قدرت نے حیاتین الف سے لے کر جست تک، صحت کے لیے تمام اجزا بھر دیے ہیں۔

# کلیجی



**گوشت** انسان کی روزمرہ خوراک کا اہم جزو ہے۔ اس میں جسم کو قوت اور صحت بخشنے والے مختلف حیاتین موجود ہیں۔ یوں تو ہر قسم کا گوشت غذائیت اور حیاتین سے بھرپور ہوتا ہے، لیکن کلیجی میں یہی چیزیں نسبتاً دگنی، بلکہ سہ گنی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ قدرت نے اس میں ہر قسم کے حیاتین اور صحت بخش اجزا کوٹ کوٹ کر بھر دیے ہیں۔ ماہرین غذائیات کا کہنا ہے انسان اگر باقاعدگی سے ہفتے میں ایک، دو بار کلیجی کھا لیا کرے، تو وہ کئی امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ہمارے ہاں اکثر لوگ بہت کم کلیجی پکاتے اور کھاتے ہیں، حالانکہ یہ عام گوشت سے سستی ہے۔ اس کی وجہ محض ان کی لاعلمی ہے۔ انہیں کلیجی میں موجود گوناگوں حیاتین اور صحت بخش اجزا کے متعلق علم نہیں، ورنہ یہ ان کے دسترخوان کی زینت ہوتی۔ پرنیسیس انیمیا (PERNICIOUS ANEMIA) ایک نہایت موذی مرض ہے۔ اس میں خون کے سرخ ذرات رفتہ رفتہ ختم ہونے لگتے ہیں اور انسان آخر کار موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے۔ ڈاکٹر کوشش کے باوجود ابھی تک اس کا کوئی مؤثر علاج دریافت نہیں کر سکے۔

پچاس برس پہلے بوسٹن میں ڈاکٹر ولیم مرفی کے پاس اس مرض میں مبتلا ایک شخص آیا، تو اس نے اُسے صرف کلیجی کھانے کی ہدایت کی۔ اس کے استعمال سے مریض چند ہفتوں میں صحت یاب ہو گیا۔ کلیجی میں موجود حیاتین آج کل مختلف کیمیاوی مرکبات کی شکل میں بھی دستیاب ہیں، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اب کلیجی کو دسترخوان سے اٹھا لیا جائے۔

کلیجی میں جو حیاتین پائے جاتے ہیں ان پر ایک نظر ڈالیے۔ آپ کو اس کے فائدہ بخش ہونے کا خود بخود احساس ہو جائے گا۔ انسانی صحت کے مختلف گوشوار دل اور جائزوں سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں میں عام طور پر حیاتین الف کی کمی پائی جاتی ہے۔ یہ بنیادی حیاتین جسم کو مخصوص بیماریوں کے حملے سے بچانے کے لیے ضروری ہیں۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ حیاتین الف مناسب مقدار میں استعمال کیے جائیں، تو انسان کی عمر میں دس فیصد اضافہ ہو جاتا ہے اور شباب کی قوت و توانائی نسبتاً طویل عرصے تک برقرار رہتی ہے۔ عام گوشت میں یہ حیاتین بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ گاجر حیاتین الف رکھنے والی سبزیوں اور غذاؤں میں سرفہرست شمار کی جاتی ہے۔ اس کے ایک سو گرام میں حیاتین الف کی مقدار چار تا بارہ ہزار غذائی یونٹ ہے، لیکن کلیجی میں یہ مقدار دس تا چالیس ہزار غذائی یونٹ ہوتی ہے۔

اسی طرح حیاتین ب (THIAMINE) کا جائزہ لیجیے۔

یہ حیاتین جسمانی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ ان کی وجہ سے غذا کے جزو بدن بننے کے عمل میں تحریک اور کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ یہ حیاتین جسم کو اس قابل بناتے ہیں کہ وہ نشاستہ دار غذاؤں سے بھرپور توانائی حاصل کر سکے۔ انڈوں میں حیاتین ب وافر مقدار میں ہوتے ہیں، لیکن کلیجی میں یہ ان کی نسبت ۲ تا ۵ گُنا زیادہ پائے جاتے ہیں۔

یہی حال حیاتین ج کا ہے۔ ماہرینِ غذائیات اسے خاصی اہمیت دیتے ہیں۔ وہ دن رات ایسی غذاؤں کی تلاش اور جستجو میں مصروف ہیں جن کے استعمال سے اضافی قوت اور توانائی حاصل کی جا سکے۔ تُرش پھلوں میں ان حیاتین کا بڑا ذخیرہ ہوتا ہے۔ نارنگی ان میں سرِفہرست ہے۔ عام گوشت میں یہ بالکل نہیں ہوتے، مگر کلیجی ایسی شے ہے جس میں قدرت نے نارنگی کی نسبت بھی پانچ گُنا زیادہ ودیعت کیے ہیں۔

حیاتین ب ۲ (RIBOFLAVIN) لے لیجیے۔ ان کا استعمال جسمانی قوتِ مدافعت قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس ضمن میں ماہرین نے کتوں پر تجربات کیے۔ انہیں کچھ مدت تک ان حیاتین سے محروم رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی صحت تیزی سے بگڑنے لگی اور وہ چند دن کے اندر انتہائی لاغر اور نحیف نظر آنے لگے۔ اس کے بعد جب ان حیاتین کا دوبارہ استعمال شروع کیا گیا، تو کتوں کی گرتی ہوئی صحت سنبھل گئی اور آہستہ آہستہ وہ پہلے کی طرح تندرست اور چاق چوبند ہو گئے۔ انسانی جسم میں ان حیاتین کی کمی گوناگوں امراض کا سبب بنتی ہے۔ عام گوشت میں اگرچہ یہ حیاتین موجود ہوتے ہیں، مگر کلیجی میں پندرہ گُنا زیادہ پائے جاتے ہیں۔

نیاسین (NIACIN) بی کمپلکس کا ایک ضروری جزو ہے۔ جسم میں اس کی قلت ہو، تو انسان لمبارڈی ——— (PELLAGARA) کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ نہایت موذی مرض ہے۔ اس میں جلد پھٹ جاتی ہے اور بالآخر مریض دیوانگی کا شکار ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ کلیجی نیاسین کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ مٹر کے سوا باقی تمام غذاؤں کی نسبت اس میں نیاسین وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔

فاسفورس کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جسم کے ہر ریشے، اعصاب اور خلیے کی زندگی اور صحت کے لیے اس کا وجود ضروری ہے۔ کلیجی میں یہ صحت بخش اجزا گائے کے عام گوشت کی نسبت دُگنی مقدار میں موجود ہیں۔

سائنسی ترقی اور نت نئے طبّی انکشافات سے یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ صحیح نشوونما اور صحت کے لیے جسم میں مختلف دھاتوں کی موجودگی ضروری ہے۔ لوہے کی ضرورت سب پر واضح ہے۔ تانبے کی موجودگی خون کے سُرخ ذرات (HEMOGLOBIN) کی تشکیل میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کے علاوہ میگنیز، کوبالٹ، جست اور دوسری دھاتیں ہیں جن کے نام سے اگرچہ بہت کم لوگ آشنا ہیں، مگر ان کے بغیر نہ ٹھیک ٹھیک جسمانی نشوونما ہو سکتی ہے اور نہ آدمی صحت مند ہی رہ سکتا ہے۔ کلیجی ان تمام دھاتوں سے حیرت انگیز طور پر مالا مال ہے۔ اس میں انڈے کی نسبت تین گنا اور کشمش سے دُگنا لوہا ہوتا ہے۔ اسی طرح عام گوشت کے مقابلے میں کلیجی، آٹھ گنا جست، بیس گنا تانبا اور میگنیز کی وافر مقدار رکھتی ہے۔

سبزی یا گوشت پکاتے وقت ان کے کئی مفید و صحت بخش اجزا اور حیاتین ضائع ہو جاتے ہیں، مگر خوش قسمتی سے کلیجی میں موجود سارے اجزا اور حیاتین جُوں کے توں باقی رہتے ہیں۔ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ کلیجی کھانا گویا صحت کی ضمانت حاصل کرنا ہے۔ اس کے لیے چھوٹی یا بڑی کلیجی کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہر قسم کی کلیجی میں قدرت نے یکساں طور پر حیاتین الف سے لے کر جست تک کے تمام ضروری اور صحت بخش اجزا ودیعت کر رکھے ہیں۔ ان کے استعمال سے آپ متعدد امراض سے بخوبی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

پرندے

# چکور

ملک محمود احمد ناصر

چکور پاکستان کے تقریباً تمام پہاڑی علاقوں میں ملتا ہے۔ چکور عام طور پر گروہ میں اکٹھے ملتے ہیں۔ لیکن نسل کشی کے دوران موسم بہار میں یہ نر و مادہ کے جوڑوں کی صورت علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں یہ جانور زمین ہی پر رہتے ہیں اور زمین ہی سے اپنی خوراک چگتے ہیں۔ اگر ان کا پیچھا کیا جائے تو زمین پر ہی چند قدم دوڑنے کے بعد اڑتے ہیں۔ عام طور پر ان کی خوراک دانہ دُنکا اور گھاس پھونس کے بیج ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کیڑے مکوڑے اور ان کے لاروے کھانے کے علاوہ گھاس پھونس کی کونپلیں، پتے اور جڑیں بھی کھا جاتے ہیں۔

چکور کا نسل کشی کا موسم اپریل تا اگست ہوتا ہے۔ مادہ کسی پتھر یا جھاڑی کی اوٹ میں گھونسلہ بنا کر پانچ سے پندرہ تک انڈے دیتی ہے۔ بچے انڈوں سے نکلنے کے بعد زمین پر بھاگ دوڑ کر کے خوراک کھاتے ہیں۔

چکور خوبصورت پرندہ ہوتا ہے اور اکثر تیتر کی طرح پنجروں میں پالا جاتا ہے۔ پنجرے بانس کی تیلیوں کے بنے ہوتے ہیں۔ اگر نر و مادہ اکٹھے رکھنے ہوں تو پھر ایک ہی پنجرے میں علیحدہ علیحدہ خانے بنا کر نر و مادہ کو علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ ان کے پنجرے میں دانے اور پانی کیلئے علیحدہ علیحدہ برتن رکھے جاتے ہیں ان کی خوراک عام اناج مثلاً باجرہ، کنگنی، گندم، مکئی، جوار وغیرہ کا دلیا ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ ان کو کھانے کے لئے سبز گھاس پھوس، برسیم وغیرہ کے پتے بھی دیئے جاتے ہیں جن کو یہ پرندہ رغبت سے کھاتا ہے۔ بعض اوقات پالتو چکور کو گھاس وغیرہ چگنے کیلئے کھلا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا اکثر اس وقت کرتے ہیں جب نر و مادہ دونوں اکٹھے ہوں تو پھر ان دونوں میں سے باری باری ایک پرندہ چھوڑا جاتا ہے دونوں کو اکٹھا نہیں چھوڑتے۔

چکور کا گوشت لذیذ گوشت میں شمار ہوتا ہے اس لئے جہاں چکور ہوتا ہے وہاں شکاری لوگ شکار کیلئے سرگرداں نظر آتے ہیں۔ بعض مرتبہ چکور کا شکار ایک ایسے چکور کے ذریعہ کیا جاتا ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ اسکے پنجرے کو جنگل میں رکھ دیتے ہیں۔ اسکی آواز سن کر بہت سے چکور اس سے لڑنے آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔

پالتو چکور کو گرمی سردی سے بچایا جاتا ہے۔ اس کا پنجرہ سردیوں میں گرم جگہ اور گرمیوں میں ٹھنڈی جگہ رکھا جاتا ہے۔ لڑنے والے چکوروں کے پنجرہ پر غلاف چڑھا کر اسکو اندھیرے میں رکھتے ہیں۔ لڑنے والے چکور کو شوقین لوگ طرح طرح کی مقویات اور دوائیاں کھلاتے ہیں اور بعض اوقات نشہ بھی کراتے ہیں۔ چکوروں کی لڑائیوں پر بڑی بڑی شرطیں بھی بدی جاتی ہیں۔

دوسرے جانوروں کی طرح چکور بھی بعض امراض کا شکار ہو سکتا ہے۔ ان میں چیچک اور رانی کھیت عام ہیں۔ اگر حفاظتی ٹیکے لگوا لیئے جائیں تو پھر یہ پرندے ان امراض سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ان کو اندرونی اور بیرونی طفیلی بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بیرونی طفیلیوں میں اگر جوئیں ہوں تو نیگوان کو کسی قدر

پاؤڈر، مٹی وغیرہ میں ملا کر ان کے پروں پر ملنے سے جوئیں مرجاتی ہیں۔ اندرونی طفیلیوں کیلئے پیپرازین کو ایک گرین فی پرندہ کے حساب سے آٹے میں ملا کر دیا جاتا ہے۔

## چوہوں کی یلغار

۱۹۸۰ء میں پانچ کلوگرام تک وزنی چوہوں نے لاکھوں کی تعداد میں مصر پر یلغار کر دی انہوں نے چار صوبوں میں زبردست تباہی مچائی اسوان اور قاہرہ سینکڑوں دیہات میں لاکھوں روپے کی فصلیں اور مویشی ان کی خوراک بنے ان صحت مند چوہوں نے مرغیوں مویشیوں اور بعض اوقات انسانوں پر حملہ آور ہونے سے بھی گریز نہ کیا ایک موقع پر تو دارالحکومت قاہرہ کو بھی ان کی یلغار سے خطرہ پیدا ہو گیا

## جرمن سفارت کار

### چوہے تلاش کر رہا ہے

سفارت کاروں کو پیشے کے تقاضوں کی وجہ سے اس ملک کی رسوم و رواج اور دیگر باتوں کو اپنانا پڑتا ہے جہاں انہیں تعینات کیا گیا ہو۔ نئی دہلی میں متعین ایک جرمن سفارت کار نے اس بات کی ابتداء ایک بھارتی اژدہے کو پال کر کی ہے۔ جرمن سفارت خانے کے کونسلر واکرفنک کے مطابق اس نے آٹھ فٹ لمبا سانپ ایک بھارتی سپیرے سے خریدا تھا۔ سپیرے نے کہا تھا کہ سانپ کی خوراک دودھ، شہد اور انڈے ہیں، مگر سانپ چوہوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کھاتا۔ تاہم چوہے با افراط دستیاب نہ ہونے کے باعث واکرفنک اور اس کا پورا خاندان پریشانی کا شکار ہے۔ سرگرمی سے چوہے پکڑنے کے علاوہ یہ لوگ اس بات پر بھی تحقیق کر رہے ہیں کہ چوہے دستیاب نہ ہوں تو سانپ کو کچھ کھانے کے لئے کیا دیا جائے جس سے وہ زندہ رہ سکے

## معلومات

۱۔ دنیا میں سب سے لمبا دن ۲۲ جون ہے۔
۲۔ دنیا میں سب سے چھوٹا دن ۲۲ دسمبر ہے۔
۳۔ دنیا میں سب سے بڑا جانور مچھلی ہے۔
۴۔ دنیا میں سب سے چھوٹا جانور بھی مچھلی ہے۔
۵۔ دنیا میں سب سے بڑی گھڑی بگ بین لندن میں ہے
۶۔ دنیا میں سب سے بڑا پرندہ شتر مرغ ہے۔

- لال بیگ کو روئے زمین پر پایا جانے والا قدیم ترین کیڑا خیال کیا جاتا ہے۔
- کرکٹ کے قوانین ۱۷۴۴ء میں بنے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوئی مگر پچ کی لمبائی کا واحد قانون مستقل رہا۔
- دنیا میں سب سے بڑے رنگین ہیرے کا نام HOPE Diomond ہے اور اس کا رنگ گہرا نیلا ہے۔

(مرسلہ۔ مدثر احمد خان)

ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینجر)

نفسیات

# فوبیا

نفسیاتی بیماریاں بہت سی ہیں - فوبیا بھی ایک نفسیاتی بیماری ہے ۔ اگر کوئی شخص کسی خاص چیز کو جب بھی اپنے سامنے دیکھے اور شدید خوفزدہ ہو جائے جبکہ بظاہر ڈرنے کی کوئی وجہ بھی نظر نہ آئے تو کہا جائے گا کہ وہ شخص اس چیز کے فوبیئے میں مبتلا ہے ۔ مثلاً جب بھی زید کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے تو شدید خوفزدہ ہو جاتا ہے ۔ تب کہا جائے گا کہ زید اونچی جگہوں کے فوبیئے میں مبتلا ہے ۔ یا جب بھی زید بازار جاتا ہے تو بہت سے لوگوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے تو کہیں گے کہ زید بھیڑ کے فوبیئے میں مبتلا ہے ۔

ایک لڑکی بہتے ہوئے پانی کے فوبیئے میں مبتلا تھی وہ جب بھی کسی ندی یا نہر کے کنارے کھڑی ہو کر بہتا ہوا پانی دیکھتی تو شدید خوفزدہ ہو جاتی ۔ اس کے والدین اسے کئی ایک ڈاکٹروں کے پاس لے کر گئے ۔ ڈاکٹروں نے بڑی محنت سے علاج کیا لیکن اسے کوئی افاقہ نہ ہوا ۔ آخر اسے ایک ماہر نفسیات کے پاس لے جایا گیا ۔ اس نے اس کا نفسیاتی تجزیہ کرنا شروع کیا ۔ یعنی ماہر نفسیات نے سوال و جواب کے سلسلہ کے ذریعے لڑکی کے لاشعور میں دبے ہوئے خیالات کو باہر شعور میں لانے کی کوشش شروع کی ۔ ایک دن گفتگو کے دوران اسے ایک بھولا ہوا

(مکرم حبیب احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ)

واقعہ یاد آیا جس کا اس کی بیماری کے ساتھ گہرا تعلق تھا اس نے بتایا کہ کافی عرصہ قبل وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ پکنک منانے کے لئے ایک نہر پر گئی تھی ۔ وہاں پہلے تو سب کھیلتی کودتی رہیں ۔ پھر انہوں نے نہر میں نہانا شروع کر دیا ۔ اچانک اُس لڑکی نے اپنے آپ کو گہرے پانی میں پایا ۔ وہ ڈوبنے لگی ۔ جب اُسے موت قریب آئی تو وہ شدید خوفزدہ ہو گئی اور مدد کے لئے چیخنے لگی ۔ کچھ دیر وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا غوطے کھاتی رہی، آخر اسے بعض لوگوں نے بچا لیا ۔ پانی سے باہر آئی تو اُس پر اس واقعہ کی شدید دہشت طاری تھی ۔ وہ سہمی ہوئی اور خاموش تھی ۔ کچھ دیر بعد وہ واپس گھر چلی گئی مگر اس واقعہ کی اس پر اتنی دہشت تھی کہ وہ اسے یاد نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ اس نے اپنے گھر میں اس واقعہ کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کی ۔ جب بھی یہ واقعہ اس کے شعور میں اُبھرنے لگتا تو وہ اسے شعور سے باہر نکال دیتی ۔ اس واقعہ کو شعور سے مسلسل باہر نکالنے کے عمل سے یہ واقعہ لاشعور میں دب گیا یعنی وہ اس واقعہ کو بالکل بھول گئی مگر لاشعور میں مدفون اس واقعہ نے اسے بہتے ہوئے پانی کے فوبیئے میں مبتلا کر دیا ۔ یعنی جب وہ بہتا ہوا پانی دیکھتی تو شدید خوفزدہ ہو جاتی ۔

جب اسے وہ واقعہ یاد آگیا تو ماہر نفسیات نے موزوں تجاویز دے کر اور مذہبی تعلیمات کی روشنی میں دلائل دے کر اس واقعہ کے ساتھ خوف کے جو جذبات منسلک تھے انہیں زائل کیا۔ تب یہ واقعہ اس کی شعوری شخصیت کے ساتھ صحتمندانہ طریقہ سے منسلک ہو گیا اور وہ صحتیاب ہو گئی۔ پھر وہ بہتے ہوئے پانی سے نہیں ڈرتی تھی۔

اسی طرح ایک اور شخص تنگ گلیوں کے فوبیئے میں مبتلا تھا۔ جب بھی وہ کسی تنگ گلی میں جاتا تو شدید خوفزدہ ہو جاتا۔ بظاہر اس کے تنگ گلیوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ وہ کئی ایک ڈاکٹروں کے پاس بغرض علاج گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک ماہر نفسیات کے پاس گیا۔ ماہر نفسیات نے اس کا نفسیاتی تجزیہ کرنا شروع کیا۔ یعنی سوال و جواب کے سلسلے کے ذریعے اسکے لاشعور میں دبے ہوئے خیالات کو کریدنا شروع کیا۔ آخر ایک دن اُسے اپنا ایک بھولا ہوا واقعہ یاد آیا۔ اُس نے بتایا کہ بہت عرصہ قبل ایک دفعہ اُسے کسی شخص نے ایک تنگ گلی میں بہت پیٹا تھا۔ اس وقت سے وہ تنگ گلیوں سے شدید خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اس واقعہ کے ساتھ شدید خوف کے جذبات منسلک تھے اسلئے وہ اس واقعہ کو یاد کرنے سے ڈرتا تھا۔ اس واقعہ کو وہ بھولنا چاہتا تھا۔ جب بھی یہ واقعہ اس کے شعور میں اُبھرنے لگتا وہ اُس کو باہر دھکیل دیتا۔ اس طرح یہ واقعہ لاشعور میں دب گیا۔ لیکن لاشعور میں دبے ہوئے جذباتی واقعہ کی وجہ سے وہ شخص تنگ گلیوں کے فوبیئے میں مبتلا ہو گیا۔

جب یہ واقعہ اس کے شعور میں مستحضر ہو گیا تو ماہر نفسیات نے مذہبی تعلیمات کی روشنی میں دلائل دے دے کر اس واقعہ کے ساتھ خوف کے جذبات کو تحلیل کیا۔ یعنی اس واقعہ پر مذہبی تعلیمات کی روشنی میں صحتمندانہ تنقید کی۔ اس طرح خوف کے جذبات زائل ہو گئے۔ اور یہ واقعہ اس کی شعوری زندگی کے ساتھ منسلک ہو گیا اور وہ اس بیماری سے صحت یاب ہو گیا۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ فوبیئے کی بیماری اس طرح ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے واقعہ سے دوچار ہوتا ہے جس سے وہ شدید خوفزدہ ہو جاتا ہے واقعہ گزر جانے کے بعد اس واقعہ کی اس پر اتنی دہشت ہوتی ہے کہ وہ اُسے یاد کرنا نہیں چاہتا جب بھی وہ واقعہ اس کے شعور میں اُبھرنے لگتا ہے وہ اُسے باہر دھکیل دیتا ہے۔ اس طرح مسلسل دبانے سے وہ واقعہ اس کے لاشعور میں دب جاتا ہے اور شدید خوف کے جذبات بھی اس کے ساتھ منسلک رہتے ہیں۔ لاشعور میں دبا ہوا یہ واقعہ فوبیا کی بیماری کا باعث بنتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فوبیا سے کس طرح بچا جائے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس شخص کی مذہبی سمجھ بوجھ پختہ ہوتی ہے اُسے فوبیا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے بھی شدید خوفزدہ نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ موت کو سامنے دیکھ کر بھی پکار اُٹھتا ہے ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ فوبیا اسے ہوتا ہے جس کی مذہبی سوجھ بوجھ پختہ نہیں ہوتی۔ تاہم جب بھی کوئی شخص کسی شدید خوف دلانے والے واقعہ سے دوچار ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ اُس واقعہ کو شعور سے نکالنے کی کوشش نہ کرے، دبانے کی کوشش نہ کرے بلکہ نیک (باقی صفحہ ۳۲ پر)

## اخبارِ مجالس

# آگے قدم بڑھائے جا!

(مرتبہ فضل الرحمان ناصر)

## خدمتِ خلق

**قیادت ضلع راولپنڈی** ۸ ستمبر کو احمدیہ میڈیکل سروس نے چونترہ ضلع راولپنڈی میں میڈیکل کیمپ لگایا جس میں ۵۵۰ مریضوں کا مفت معائنہ کیا گیا اور ۱۵ ہزار روپے سے زائد کی ادویات مفت فراہم کی گئیں۔ یہ تمام مریض غیر از جماعت تھے۔ مقامی کونسلر اور دیگر عمائدین اور معززین نے بہت تعاون کیا۔

## اجتماعات

**عزیز آباد کراچی** ۲-۳ جولائی ۱۹۸۷ء کو سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع کو کامیاب کرنے کے لیئے حلقہ جات کے دورے کیئے گئے۔ اخراجات کے لیئے مبلغ تین ہزار روپے کے عطایا جمع ہوئے مختلف شعبہ جات کی کمیٹیاں بنائی گئیں۔

۲ جولائی کو افتتاح ہوا۔ اس وقت ۶۵ حاضری تھی۔ دورانِ اجتماع ایک بار نماز تہجد بھی ادا کی گئی۔ اور مختلف تربیتی تقاریر ہوئیں۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ جن میں خدام نے بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا۔ آخری روز خدام و اطفال میں انعامات تقسیم کیئے گئے۔ اس روز حاضری ۸۶ فی صد رہی۔

**بھکھر** ۳۰-۳۱ جولائی کو اجتماع منعقد ہوا۔ نماز تہجد ادا کی گئی۔ سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ تاریخی اور تعلیمی سلائیڈز دکھائی گئیں اطفال کو دینی معلومات یاد کروائی گئیں۔ دوسرے روز سیر اور ورزش کا پروگرام بنایا گیا۔ نیز تربیتی تقاریر ہوئیں اور حضور کے خطبہ جمعہ کی وڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ کل حاضری ۶۴ رہی۔

**میرپور، آزاد کشمیر** ۳-۴ ستمبر ۱۹۸۷ء کو اجتماع ہوا پہلے روز افتتاحی اجلاس کے بعد ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ رات کو مجلس سوال و جواب کے بعد جلسہ سالانہ کی وڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ دوسرے روز نماز تہجد ادا کی گئی۔ مختلف علمی مقابلہ جات ہوئے۔ اختتامی اجلاس میں تقسیم انعامات ہوئی۔ اس اجتماع میں ۵۷ خدام، ۴۹ اطفال اور ۴۲ انصار نے شرکت کی۔ مرکزی نمائندگان بھی شامل ہوئے۔

**کوٹری** یکم، دو اکتوبر ۱۹۸۷ء کو ضلع حیدرآباد کے اجتماع میں کوٹری کے ۱۱ خدام اور ۵ اطفال نے شرکت کی اور مختلف مقابلہ جات میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کیں۔

**سکھر ڈویژن** ۲۴، ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو رحمان آباد باندھی

میں اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں ضلع خیرپور کی ۱۱ مجالس میں سے ۱۰ مجالس نے حصہ لیا۔ کل ۶۶ خدام اور ۴۸ اطفال نے شرکت کی۔

## اجلاسات

**دارالفضل فیصل آباد** ۸۷-۴-۲ کو اجلاس منعقد ہوا۔ حاضرین کو مختلف مسائل آسان پیرایہ میں ذہن نشین کرائے گئے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی وڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ اس اجلاس میں ۹۶ خدام، ۲۵ اطفال اور ۵ انصار نے شرکت کی۔ کلوا جمیعًا بھی ہوا۔ اس روز ہر مجلس کے ۱۰، ۱۰ خدام نے روزہ رکھا۔ وقارِ عمل کے ذریعہ مراکزِ نماز کی صفائی کی گئی۔ پانچ نئی وصیتیں بھی ہوئیں۔ ۱۰ قیدیوں میں کپڑے تقسیم کیے گئے۔ بعد نماز مغرب جلسہ سیرت النبیؐ ہوا۔ جلسہ کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔

## شعبۂ تربیت

**مُلتان چھاؤنی** ۲۷، ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء کو تربیتی کلاس ہوئی۔ ۳۵ خدام نے شرکت کی۔ نیز اس دوران وقارِ عمل بھی ہوا۔ مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ اختتامی اجلاس میں خدام میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

**محمد آباد، تھرپارکر سندھ** ۲۰ جولائی تا ۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ اس کلاس کے دوران خدام کو مختلف دینی معلومات ذہن نشین کروائی گئیں۔

**نوکوٹ** ۲۵ ستمبر ۱۹۸۷ء کو کلاس منعقد ہوئی۔ صبح نماز تہجد سے آغاز کیا گیا۔ اجتماعی و انفرادی مقابلہ جات ہوئے۔ پوزیشنیں حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

**قیادت نور راولپنڈی** ۲۷ اگست کو بعد نماز مغرب اجلاس منعقد ہوا۔ تربیتی تقاریر ہوئیں۔ اجلاس کے آخر پر بہترین کارکردگی والے شعبہ جات میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ نیز مختلف مقابلہ جات میں پوزیشنیں حاصل کرنے والے خدام میں بھی انعامات تقسیم کیے گئے۔ اس اجلاس میں ۷۶ خدام اور ۱۵ اطفال نے شرکت کی۔ ۲۸ ستمبر کو ۲۳ خدام نے نفلی روزہ رکھا۔

**احمد آباد سانگھڑ** ۱۸ ستمبر کو اجلاس ہوا۔ تین مرکزی نمائندگان نے شرکت کی۔ سیرت النبیؐ پر تقاریر ہوئیں۔ اس اجلاس میں ۴۲ خدام، ۱۳ انصار اور ۱۸ اطفال نے شرکت کی۔

## صحتِ جسمانی

**محمد آباد سندھ** ۸ اگست کو پکنک منائی گئی۔ ۵۰ خدام نے شرکت کی۔

۱۴ اگست اور ۶ ستمبر کو کنری اور محمد آباد کے مابین کبڈی اور کرکٹ کے میچ کھیلے گئے۔

## صنعت و تجارت

**عزیز آباد کراچی** ۲ جولائی تا ۹ جولائی ۱۹۸۷ء سالانہ صنعتی نمائش منعقد ہوئی۔ نمائش میں خدام نے ہاتھ سے بنائی ہوئی نہایت خوبصورت اشیاء پیش کیں۔ جن سے حاضرین نے بہت لطف اٹھایا۔ اوّل آنے والے خادم کو وننگ ٹرافی دی گئی۔ دوم سوم آنیوالوں کو انعامات دیئے گئے۔ کل ۴۸۶ احباب و خواتین نے اس نمائش سے استفادہ کیا۔

# متفرق

**جھنگڑ حاکم والا** جولائی ۱۹۸۷ء میں ۷ وقار عمل ہوئے۔ راستوں اور بیت الحمد کی صفائی کی گئی۔ ۱۵ روزہ تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ جس میں ۱۰ خدام اور ۸ اطفال شامل ہوئے۔ ۵ خدام نے وقفِ عارضی میں حصہ لیا۔ تین بار نمازِ تہجد ادا کی ۲ اجلاس عام اور دو اجلاس عاملہ منعقد کئے گئے۔

اگست ۱۹۸۷ء میں ۱۱ وقار عمل ہوئے۔ ۲۵ فٹ لمبی اور ۶ فٹ چوڑی سڑک کے پل کو ٹھیک کیا گیا۔ اور گزرنے کے قابل بنایا۔ شجر کاری کے تحت ۱۵۰۰ درخت لگائے گئے۔

ہفتہ اصلاح و ارشاد منایا گیا۔ چار مجالس سوال و جواب منعقد ہوئیں۔ ۱۲ خدام نے مقررہ کتب کا مطالعہ کیا۔ ایک نفلی روزہ رکھا۔ دو جلسے سیرۃ النبی منعقد ہوئے۔ مختلف ورزشی مقابلہ جات کے علاوہ ایک پکنک بھی منائی گئی۔ ۲۵ کلومیٹر سائیکل سفر ہوا۔ ہفتہ تجنید اور ہفتہ مال منایا گیا۔ ۳ اجلاس عام اور ۲ اجلاس عاملہ منعقد ہوئے۔

ستمبر ۱۹۸۷ء میں ۲ اجلاس عام، ایک اجلاس عاملہ اور ۷ وقار عمل ہوئے۔ ۱۷۵/- روپے تحریک جدید اور ۱۶۷/- روپے وقفِ جدید کی وصولی ہوئی۔

## ماہوار مطالعہ کے لئے

# کتب!

سال ۸۸-۱۹۸۷ء میں خدام کے مطالعہ کے لئے درج ذیل کتب مقرر کی گئی ہیں :-

| | |
|---|---|
| ۱- نومبر ۱۹۸۷ء | آسمانی فیصلہ |
| ۲- دسمبر ۱۹۸۷ء | لیکچر سیالکوٹ |
| ۳- جنوری ۱۹۸۸ء | دافع البلاء |
| ۴- فروری ۱۹۸۸ء | لیکچر لدھیانہ |
| ۵- مارچ ۱۹۸۸ء | نشانِ آسمانی |
| ۶- اپریل ۱۹۸۸ء | الوصیّت |
| ۷- مئی ۱۹۸۸ء | توضیح مرام |
| ۸- جون ۱۹۸۸ء | تحفہ غزنویہ |
| ۹- جولائی ۱۹۸۸ء | شمائل احمد |
| ۱۰- اگست ۱۹۸۸ء | گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے۔ |
| ۱۱- ستمبر ۱۹۸۸ء | تحفہ قیصریہ |
| ۱۲- اکتوبر ۱۹۸۸ء | ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی |

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

امسال سالانہ مقابلہ مضمون نویسی کے لئے عنوان "خدام الاحمدیہ کے پچاس سال" مقرر کیا گیا ہے۔

قائدین مجالس سے درخواست ہے کہ وہ اپنی
مجلس میں ناظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ
کا تقرر ضرور کریں

مہتمم اشاعت

# مثانے کی پتھری کے علاج کی نئی مشین

طبی جائزے سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ میں ایک کروڑ ۶۰ لاکھ سے لے کر دو کروڑ اور وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ۵۰ سے ۹۰ لاکھ افراد پتھری کے امراض میں مبتلا ہیں۔ جائزے سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ اس بیماری میں مبتلا خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں دگنی ہے۔ چونکہ بیشتر پتھریاں خصوصاً مثانے کی پتھریاں ہوتی ہیں اس لیئے اس بیماری میں مبتلا صرف ۲۵ فیصد افراد اس کا علاج کراتے ہیں۔ پتھری کی ایک قسم جسے میڈیکل اصطلاح میں "خاموش پتھری" کہتے ہیں اس کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو تاخیر کے ساتھ ساتھ مرض کی شدت بڑھتی چلی جاتی ہے یا کہ اس پتھری کا علاج اوائل عمر میں نہیں بلکہ بعد کی عمر میں کرانا چاہیئے۔

پتھری کی صورت میں ہر سال تقریباً دو مرتبہ سرجری کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ ادویات سے پتھری کو توڑنے کی شرح مایوس کن رہی ہے اسلیئے تاحال پتھری سے نجات کا مؤثر ذریعہ سرجری یعنی آپریشن ہی رہا ہے لیکن پتھری توڑنے کے سلسلے میں وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ایک اور طریقۂ علاج اپنایا گیا ہے جسے ای ایس ڈبلیو ایل کا نام دیا گیا ہے۔ اس طریقۂ علاج کے جائزے کے سلسلے میں وفاقی جمہوریہ جرمنی میں پہلا مرکز مئی ۱۹۸۶ء میں قائم کیا گیا اور اب سلسلے کے گیارہ مراکز پروفیسر سیاور بروخ کے زیرِ نگرانی کام کر رہے ہیں تاکہ اس امر کا تعین کیا جاسکے کہ یہ طریقۂ علاج پتھری توڑنے کے سلسلے میں کس حد تک مؤثر اور کامیاب ہے اور یہ کہ مریض پر اس کے کیا نتائج اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اب تک کے اعداد و شمار کے مطابق یہ طریقۂ علاج ۸۰ فیصد کامیاب رہا ہے۔ ای ایس ڈبلیو ایل طریقۂ علاج کے تحت مثانے کی پتھری کے علاج کے لیئے ایک نیا آلہ یا مشین استعمال کی جاتی ہے۔ "ای ایس ڈبلیو ایل" طریقۂ علاج کی سب سے اہم کامیابی اور خصوصیت یہ ہے کہ اس طریقے سے پتھری نکالے جانے کے بعد مریض کو ہسپتال میں زیادہ وقت ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ پتھری کے روایتی آپریشن کی صورت میں مریض کو کافی وقت ہسپتال میں ڈاکٹر کے زیرِ نگرانی رہنا پڑتا ہے۔ ای ایس ڈبلیو ایل طریقے سے علاج کے بعد مریض بہت جلد نہ صرف ہسپتال سے جاسکتا ہے بلکہ معمول کے مطابق اپنا کام کاج اور ڈیوٹی وغیرہ بھی کرسکتا ہے۔

(بحوالہ معلوماتِ جرمنی مئی ۱۹۸۷ء)

آخری صفحہ

# اُس نے دُور تک جانا ہے

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے رفیق حضرت مولوی برہان الدین صاحب فرماتے ہیں کہ جب ابتداء میں مَیں نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ذکر سُنا اور مجھے معلوم ہوا کہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایسا شخص ظاہر ہوا ہے جو عیسائیوں اور ہندوؤں کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے تو مَیں نے ارادہ کیا کہ آپ کو دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ مَیں قادیان آیا مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ حضور کسی مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں گورداسپور پہنچا اور آپ کی جائے قیام کو دریافت کرتا ہوا ڈاک بنگلہ میں گیا جہاں ان دنوں تشریف رکھتے تھے۔

باہر حافظ حامد علی صاحب بیٹھے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کسی طرح مجھے آپ کی زیارت کرا دیں۔ انہوں نے کہا اس وقت زیارت نہیں ہو سکتی۔ حضور اس وقت ایک ضروری اشتہار لکھ رہے ہیں۔ مَیں نے ان کی منتیں بھی کیں مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر مَیں ایک طرف مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ اور مَیں نے ارادہ کر لیا کہ حافظ حامد علی صاحب ذرا اِدھر اُدھر ہوں تو مَیں بغیر پوچھے ہی کمرے کی چِک اُٹھا کر آپ کی زیارت کر لوں گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حافظ حامد علی جو کسی کام کے لیئے اُٹھے تو مَیں چپکے سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اور چِک اٹھا کر اندر کی طرف جھانکا۔ اس وقت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کاغذ ہاتھ میں لئے جلدی جلدی کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ اور آپ کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ ابھی آپ کو واپس آنے میں کچھ دیر لگے گی اور مَیں اطمینان سے آپ کی زیارت کر سکوں گا مگر حضور جلدی واپس لَوٹ آئے۔ اس وقت مجھ پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ اُٹھا۔ اور مَیں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ آپ ضرور سچے ہیں۔ جو شخص اتنا تیز تیز چلتا ہے اس نے ضرور دور تک جانا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۰)

مرسلہ منصور احمد شاہد۔ ربوہ

## احمدی طالبہ کا شاندار اعزاز

بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن بلوچستان کے ایف۔ اے کے سالانہ امتحان میں ایک احمدی طالبہ عزیزہ راشدہ مرزا نے بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ عزیزہ مکرم مرزا منور بیگ صاحب آف کوئٹہ کی ہونہار اور ذہین صاحبزادی ہیں۔ دُعا کریں اللہ تعالیٰ یہ کامیابی عزیزہ کے لیئے ہر لحاظ سے مبارک کرے اور خیر و برکت کا موجب بنائے اور ہمارے طالبعلم علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے والے ہوں۔ آمین

عبدالخالق خالد

مہتمم عمومی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

## ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم برادرم مبارک احمد صاحب طاہر مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو مورخہ ۴ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو چوتھے فرزند سے نوازا ہے۔

نومولود کا نام حامد احمد طاہر رکھا گیا ہے۔ نومولود مکرم ماسٹر محمد اسماعیل صاحب مرحوم محلہ دارالیمن شرقی ربوہ کا پوتا اور مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب وینس مرحوم آف مردان کا نواسا ہے۔

احبابِ جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بچے کو نیک، خادمِ دین اور والدین کے لیئے قرۃ العین بنائے۔ (ادارہ)

## دُعائے مغفرت

برادرم مکرم حسین احمد صاحب محسن فاروقی کارکن مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی والدہ محترمہ سیدہ صغریٰ محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب فاروقی دارالنصر وسطی ربوہ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ۱۸ دن علیل رہنے کے بعد بقضائے الٰہی ۹/۱۱/۸۷ کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں انہیں فی الحال امانتاً دفن کردیا گیا۔ احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے نیز پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

نمازِ جنازہ محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب ناظر امور عامہ نے احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں پڑھائی۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشاں نے دُعا کرائی۔

(مبارک احمد خالد مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ۔ ربوہ)

## معذرت

خریداران و ایجنٹ صاحبان ماہنامہ خالد ربوہ کی اطلاع کے لیئے عرض ہے کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے ماہ نومبر ۱۹۸۷ء کا رسالہ شائع نہیں ہوسکا جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

پرچہ ہذا ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۸۷ء کا اکٹھا پیشِ خدمت ہے۔

مینجر

ماہنامہ خالد۔ ربوہ

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830

NOVEMBER DECEMBER 1987



# تقرر صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ نے سال ۸۸-۱۹۸۷ء کے لئے محترم محمود احمد صاحب کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر فرمایا ہے۔ اس بارہ میں حضور کا ارشاد درج ذیل ہے:-

"ایک سال تک موجودہ صدر ہی صدارت پر فائز رہیں گے۔ ایک سال کے بعد دوبارہ انتخاب ہوگا۔"

خدام و اطفال محترم صدر صاحب کو مسلسل اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہر لمحہ آپ کے شامل حال ہو۔ آمین

شمیم پرویز

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ